بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد نمبر ۶۵

شمارہ نمبر ۱

جنوری ۲۰۲۱ء

January 2021

Web Site :
http://rizwanmagazine.in

سالانہ زر تعاون

برائے ہندوستان :	۳۰۰/روپئے
غیر ملکی ہوائی ڈاک :	۴۰/امریکی ڈالر
فی شمارہ :	۳۰/روپئے
لائف ٹائم خریداری :	۸۰۰۰/روپے

نوٹ

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہوتو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی — عائشہ حسنی

جعفر مسعود حسنی — محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ رضوان
۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ
پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)
172/54, Mohammad Ali Lane
Gwynne Road Lucknow
Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے کاکوری آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

E-Mail : azizpaitepuri@gmail.com

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9792913331

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر 5
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم 6
- ''اپنا جسم اپنی مرضی'' کا مغربی تصور .... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی 8
- ایک ناقابل فراموش کتاب، انسانی دنیا پر...... .... پروفیسر محسن عثمانی ندوی 12
- ناقدین صحابہ پر بے وقوفی کی قرآنی مہر .... مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی 15
- محسن انسانیتؐ اور خواتین کے ساتھ حسن سلوک .... محمد اعظم ندوی 18
- ہمارا معاشرہ زنا جیسے جرم عظیم سے کیسے...... .... ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی 23
- مساجد کے حقیقی کردار عظمت رفتہ کی بحالی .... مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیمؔ 27
- اولاد کی مثبت اصلاح اور تربیت ضروری ہے .... ریاض فردوسی 31
- مدارس اور علماء دین پر تنقید .... سعید احمد الحسنی 33
- مہاسے .... سمیہ نفیس، بسواری، کڑا 35
- میں نے کیوں اسلام قبول کیا؟ .... بحوالہ: روزنامہ منصف حیدرآباد 36
- سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی 40
- آخری صفحہ .... مولانا قمر الزماں ندوی 41-42

اپنی بہنوں سے

مدیر

ماہ جنوری کا یہ شمارہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ ’’رضوان‘‘ کے 65 ویں سال کا پہلا شمارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے رسالہ مسلسل اپنی خدمات جاری رکھے ہوئے ہے اور جس مقصد سے اسے جاری کیا گیا تھا اسی راستہ میں الحمدللہ گامزن ہے اس سفر میں بڑی بڑی مشکلیں پیش آئیں اور کئی بار ایسی صورت حال پیدا ہوئی کہ لگتا تھا اب رسالہ کی زندگی ختم ہوجائے گی۔ ایک دفعہ ایسی صورت حال پیش آنے پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’اس چراغ کو بجھنے نہ دیجیے‘‘ کے عنوان سے ایک اپیل جاری کی تھی جس میں انہوں نے رسالہ کی امداد اور اس کے ساتھ تعاون کرنے کو کہا تھا جس سے اہل فکر لوگ متوجہ ہوئے تھے اور رسالہ کے لیے ڈھارس بنے تھے۔

ادھر ’’کورونا‘‘ کی وباء کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوئے اور جو مشکلات درپیش ہوئیں وہ سب کے سامنے عیاں ہیں، بڑے بڑے ادارے موت وزندگی کے درمیان معلّق ہوگئے اور کتنے اخبارات اور رسالے بند ہوگئے اور جو سخت صورت حال پیدا ہوئی اس سے کتنے مدارس، اسکول اور کاروباری ادارے بند ہوگئے، جب کہ ’’رضوان‘‘ تو اس کی حالت بھی بہت سقیم ہوگئی۔ اس کا شائع ہونا محض فضل خداوندی ہی ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس تلقین کو یاد رکھتے ہوئے کہ اس کو کبھی بند نہ کرنا۔ ادارہ کے کارکن ہر مشکل کا سامنا کرتے ہوئے اس کو شائع کررہے ہیں۔

حالات کی سنگینی کے پیش نظر اب ہم پھر قارئین ’’رضوان‘‘ اور ان لوگوں کو جو دینی ذہن رکھتے ہیں متوجہ کررہے ہیں کہ رسالہ ’’رضوان‘‘ کی خصوصی مدد کریں اور اس کی اشاعت جاری رکھنے میں معاون بنیں تاکہ یہ دینی خدمت جاری رہ سکے اور جو مالی خسارہ ہر مہینہ ہوتا ہے اس کی تلافی ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد فرمائے اور ان برے حالات کو تبدیل فرماکر امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

جادو کرنے اور سیکھنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سات کبیرہ گناہوں سے بچو جو ایمان کو ختم کر دیتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سے گناہ ہیں۔ فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ جادو کرنا۔ ناحق قتل کرنا۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ لڑائی میں پیٹھ موڑ کر بھاگنا۔ بھولی بھالی پاکدامن عورتوں پر بدکاری کا اتہام لگانا۔
(بخاری۔ مسلم)

کفرستان میں قرآن شریف لے جانے کی ممانعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف لے کر دشمن کے ملک میں جانے سے منع فرمایا۔ (بخاری۔ مسلم)

سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے کی ممانعت

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاندی سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھرتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے یا چاندی کے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیبا کے کپڑے پہننے سے اور سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لئے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ نہ ریشم اور دیبا پہنو، نہ چاندی سونے کے برتن میں کھاؤ پیو اور نہ پیالوں میں کھاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن سیرین سے روایت ہے کہ میں مالک بن انس کے ساتھ مجوسیوں کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اس عرصہ میں چاندی کے برتن میں فالودہ آیا، حضرت انسؓ بن مالک نے نہ پیا اور کہا اس کو دوسرے برتن میں انڈیل کر لاؤ، چنانچہ انہوں نے خلنج کے برتن میں انڈیل کر پیش کیا تو پھر اس کو پیا۔ (بیہقی)

مرد کو زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زعفرانی رنگ کے کپڑوں سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو کُسم کے رنگ کے کپڑے پہنے دیکھے تو فرمایا کیا تم نے اپنی ماں کے حکم سے پہنا ہے میں نے عرض کیا کہ میں اس کو دھو ڈالوں۔ فرمایا نہیں بلکہ اس کو جلا دو۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ کافروں کا لباس ہے اس کو نہ پہنو۔ (مسلم)

رات تک چپ رہنے کی ممانعت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مجھے یاد ہے آپ نے فرمایا کہ بلوغ کے بعد یتیمی نہیں ہوتی۔ اور چپ (زمانۂ جاہلیت میں چپ کا روزہ رکھنا عبادت میں داخل تھا) کا روزہ رکھنا درست نہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت قیس بن ابوحازم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس کی ایک عورت کے پاس گئے جس کا

نام زینب تھا، اس کو بہت خاموش پایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کو کیا ہوا، یہ بولتی کیوں نہیں۔ لوگوں نے کہا اس نے خاموش حج کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو حکم دو کہ یہ بولے۔ یہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے۔ تو وہ بولنے لگی۔ (بخاری)

اپنے کو غیر کی طرف منسوب کرنے کی ممانعت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے منسوب کرے حالانکہ جانتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔

(بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے باپ دادا سے منہ نہ موڑو (یعنی اپنے باپ دادا کے بجائے کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرے تاکہ عزت پائے یا دولت حاصل کرے) جس نے اپنے باپ دادا سے منہ موڑ لیا وہ کافر ہوا۔

(بخاری، مسلم)

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن شریک بن طارق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور جو کچھ فرمارہے تھے وہ سنا۔ وہ یہ فرمارہے تھے کہ واللہ ہمارے پاس سوائے کلام اللہ کے اور کوئی کتاب نہیں، یا یہ صحیفہ ہے جس میں دیت کے اونٹوں کی عمر اور کچھ زخموں کی دیت کے مسائل ہیں، پھر اس صحیفہ کو کھول کر پھیلا دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ حرم ہے عیر اور ثور کے درمیان جتنی زمین ہے وہ حرم ہے جو شخص مدینہ میں بدعت نکالے گا یا بدعتیوں کو جگہ دے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن نہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور نہ فدیہ اور مسلمانوں کا عہد ایک ہے اعلیٰ وادنیٰ سب اس کا ذمہ لے سکتے ہیں (یعنی ایک معمولی آدمی مسلمانوں کی طرف سے عہد کرسکتا ہے اور پناہ دے سکتا ہے) پس جو شخص مسلمان کے عہد کو توڑے تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن نہ اس کی توبہ قبول ہوگی نہ فدیہ۔ اور جو اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف اپنے کو منسوب کرے، یا اپنے آقا کو چھوڑ کر دوسرے کو آقا بنائے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی، اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن نہ اس کی توبہ قبول ہوگی نہ فدیہ۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو اپنا باپ کہے اور خوب سمجھتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں ہے تو اس نے کفر کیا اور جو شخص ایک چیز کی ملکیت کا دعویٰ کرے حالانکہ وہ چیز اس کی نہیں تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ شخص اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے اور جو شخص کسی کو کفر کے ساتھ پکارے یا کہے یا اللہ کا دشمن کہے۔ اور وہ ایسا نہ ہو تو وہ اسی پر پلٹ آئے گا۔

منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف میں مبالغہ کرتے سنا تو فرمایا تم نے اس کو ہلاک کردیا، یا اس کی پیٹھ توڑ دی۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کے روبرو اس کی تعریف کی گئی، آپ نے فرمایا، تم نے اپنے دوست کی گردن توڑ دی، اور اس کو آپ نے کئی بار دہرایا۔ پھر فرمایا، اگر تعریف کرنا ضروری ہی ہو تو یوں کہو کہ میرا گمان اس کے ساتھ ایسا اور ایسا ہے اور جیسی اس نے تعریف کی ہے ویسا ہی سمجھتا بھی ہے تو حساب کرنے والا اور جزا دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ یقین کے ساتھ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔

(بخاری۔ مسلم)

ooo

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

''اپنا جسم اپنی مرضی'' کا مغربی تصور

پڑوسی ملک میں یوم خواتین کے موقع پر بعض تنظیموں کی طرف سے ریلی نکالی گئی، اس طرح کی ریلیاں اس سے پہلے بھی وہاں نکلتی رہی ہیں، اس ریلی کا نعرہ تھا ''میرا جسم میری مرضی'' یہ نعرہ اصل میں اس تہذیب کا ہے جو سمجھتی ہے کہ شخصی آزادی کے معنی ہیں: بے قید جنسی آزادی، اس وقت پورا یورپ اور مغرب اس فلسفہ پر ایمان لاچکا ہے، پھر اس ایجنڈے کو ترقی پذیر اور مذہبی قدروں سے وابستہ ملکوں پر مسلط کرنے کے لئے اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کا سہارا لیا جاتا ہے، ہمارا ملک اگرچہ ہمیشہ سے مذہب اخلاق سے جڑا رہا ہے، ہندومت، بدھ مت، جین مت، سکھ مت کی تو پیدائش ہی یہاں ہوئی ہے، لیکن اسلام اور عیسائیت کو بھی اس سرزمین نے گلے لگایا ہے، لیکن بدقسمتی سے معاشی اور سیاسی مقاصد کو حاصل کرنے، عالمی سطح پر اپنی حیثیت منوانے اور ترقی یافتہ ملکوں سے اپنی دوستی کو قائم رکھنے کے لئے ہندوستان بھی پوری طرح ان کے نقش قدم پر چلنے کو تیار ہے، ادھر چند سالوں میں اس کی کئی مثالیں سامنے آچکی ہیں۔

پہلے سے ہمارے ملک کے قانون کے مطابق ایک بالغ لڑکا اور لڑکی نکاح کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ صنفی تعلق رکھیں تو یہ جرم نہیں ہے، مگر سابق چیف جسٹس دیپک مشرا کے زیر صدارت بینچ کے فیصلے کے مطابق اگر ایک مرد کسی منکوحہ عورت سے اس کی رضامندی کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرے تو یہ بھی جرم نہیں رہا، شوہر کو حق نہیں ہے کہ وہ بیوی کو اس سے منع کرے اور ایسی بدکردار عورت کے خلاف شوہر پولیس میں بھی نہیں جاسکتا، شوہر یا بیوی کا یہ عمل دوسرے فریق کے لئے صرف طلاق کا جواز پیدا کرسکتا ہے اور وہ عدالت سے طلاق کے لئے رجوع کرسکتا ہے۔

Adultry is no longer a crime, but it will continue to be grounds for divorce. (India Today: Sep:27-2018)

اب ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے حال ہی میں ممبئی ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ جسم فروشی کوئی جرم نہیں ہے، اس کو جرم قرار دینا انسان کی شخصی آزادی کو مجروح کرنا ہے:

Justice Chavan said: "There is no provision in the law that criminalizes prostitution or punishes a person because she indulges in prostitution." (LOKMAT ENGLISH DESK/ Sep:26-2020)

اس سے پہلے انگریزوں کے عہد میں بنا ہوا قانون جو ہم جنسی کی شادی یا شادی کے بغیر ہم جنسی کے فعل کو غیر قانونی قرار دیتا تھا، کورٹ لانے اسے بھی ختم کردیا تھا اور اسے شخصی آزادی کے مغائر قرار دیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ مغربی ملکوں میں تو آزادی کے نام پر جنسی بے راہ روی کی پوری چھوٹ دے ہی دی گئی ہے، لیکن پھر بھی وہاں شہوت پرستی اور نفسانی ناآسودگی اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اب وہاں عورتوں کی طرف سے نئے نئے مطالبات سامنے آرہے ہیں، میں ایک ملک میں گیا تھا، وہاں اس وقت خواتین کی طرف سے احتجاج ہورہا تھا کہ اگر مردوں کو عوامی مقامات پر سینہ چھپا کر رکھنے کی پابندی نہیں ہے تو عورتوں پر یہ پابندی کیوں؟ اس سے

بھی ناگفتہ مطالبات مغرب کے بعض ملکوں میں حقوق نسواں سے مربوط تنظیموں کی طرف سے کی جارہی ہیں۔

ان سب کی بنیاد اسی نعرہ "میرا جسم، میری مرضی" پر ہے، اس نعرہ کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ ہماری بے پردگی پر کوئی روک ٹوک نہ ہو اور غیر قانونی صنفی تعلق پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ ہو، ہم اپنے جسم کے سلسلے میں بالکل آزاد ہیں، یہ نعرہ جس کی گونج مغرب سے نکل کر مشرق تک پہنچ چکی ہے کے بارے میں غور کرنے اور اس کے اثرات ونتائج کو سمجھنے کی ضرورت ہے، سب سے پہلے ہمیں اس سلسلہ میں قانون فطرت کا مطالعہ کرنا چاہئے، جب ہم اس پہلو سے غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بہت سی صورتوں میں ہمیں آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے: بلکہ انسان ہی کے فائدہ کے لئے انسان پر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں، جیسے: شوگر کا مریض میٹھا کھانا چاہتا ہے اور میٹھی چیزوں کی طرف سے اس کی رغبت عام لوگوں کے مقابلہ بڑھی ہوئی بھی ہوتی ہے: لیکن ڈاکٹر اور اس سے تعلق رکھنے والے تمام ہمدرد اور بہی خواہ اس کی میٹھی چیزوں کے استعمال سے منع کرتے ہیں اور اس کی معقولیت کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر اسے ہاسپٹل میں داخل کردیا جائے تو ہاسپٹل جبراً اس کو میٹھی چیزیں کھانے سے روک دیتا ہے۔

بات صرف شوگر کی نہیں ہے، مختلف مریضوں کو ایسی چیزوں کے کھانے سے منع کردیا جاتا ہے، جو اس کے لئے نقصان دہ ہو۔

بعض ملکوں میں نشہ پر پابندی ہے، خود بھارت کے دستور کے رہنما اصول میں بھی یہ بات کہی گئی ہے کہ آہستہ آہستہ پورے ملک میں مکمل نشہ بندی نافذ کی جائے، چنانچہ گجرات اور بہار میں نشہ بندی کا قانون موجود ہے، ڈرائیور کے لئے شراب پینا قابل سرزنش جرم ہے، اس کے علاوہ دوسرے جن کاموں میں اس سے خلل پیدا ہوسکتا ہے، ان کو بھی شراب پی ہوئی حالت میں انجام دینے کی اجازت نہیں ہے۔

بہت سے ملکوں میں کھلے عام سگریٹ پینا ممنوع ہے، ہمارے ملک میں بھی ایئرپورٹ اور پبلک مقامات پر ایسے لوگوں کے لئے خصوصی زون بنے ہوئے ہیں، وہیں پر سگریٹ پینے کی اجازت ہے، دوسرے مقامات پر تمباکو نوشی ممنوع ہے۔

بہت سی دوائیں اپنے منفی اثرات کی وجہ سے ممنوع قرار دی گئی ہیں، ڈاکٹر کی تحریر کے بغیر کوئی شخص ان کو خرید نہیں سکتا ہے۔

اس وقت کورونا کی وبا پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، اس کی وجہ سے مختلف پابندیاں لگائی گئی ہیں اور ان پابندیوں کے خلاف ورزی کو جرم قرار دیا گیا ہے، حالانکہ بہت سے لوگ اس پابندی کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کو اپنی آزادی میں خلل تصور کرتے ہیں، کئی لوگوں کو اس سلسلہ میں جیل کی سزائیں دی گئی ہیں۔

کوئی انسان اپنا گردہ یا اپنے جسم کا کوئی عضو اپنی مرضی سے فروخت کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں ہے، حالانکہ وہ خود اپنا عضو فروخت کررہا ہے، نہ کہ کسی اور کا، خودکشی کرنے والا اپنی زندگی کو ختم کرتا ہے، نہ کہ دوسروں کی، پھر بھی سنگین جرم ہے۔

یہ اور اس طرح کے بہت سے قوانین جو ساری دنیا میں نافذ ہیں، جن کو تمام اہل دانش معقول قرار دیتے ہیں، حکومتیں عوام کو ان کا پابند بناتی ہیں اور عوام بھی اسے ضروری سمجھتے ہیں، یہ اپنے وجود کے بارے میں بے قید اجازت کے خلاف محسوس ہوتی ہے، اگر یہ فلسفہ درست ہوتا کہ انسان اپنے جسم کے بارے میں اپنی مرضی کا مالک ہے، وہ جس طرح چاہے اسے استعمال کرسکتا ہے تو یہ سب کچھ قانون کی نظر میں درست ہوتا اور اہلِ دانش اس کو قبول کرتے، لیکن ایسا نہیں ہے، ان میں کئی باتیں وہ ہیں جن کو دنیا کے تمام مذاہب نے منع کیا ہے، کئی باتیں وہ ہیں جن کو دنیا کے اکثر ممالک میں ممنوع قرار دیا گیا ہے، اور کئی چیزیں ایسی ہیں جن کو سلیم الفطرت انسان ناپسند کرتا اور قبیح سمجھتا ہے۔

جسم کو مکمل طور پر اپنی مرضی پر چلانے کا ماحصل بے پردگی، بے روک ٹوک جوان لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط اور اس کے نتیجے میں زنا جیسے گناہ کا عموم اور پھیلاؤ ہے، زنا ایسا گناہ ہے جس کو ہر مذہب اور ہر مہذب معاشرہ میں برا سمجھا گیا ہے، ہندو مذہب

میں بھی زنا کو قابل سزا جرم مانا گیا ہے، یہاں تک کہ منوسمرتی کے باب: ۸ میں کہا گیا ہے: ''کسی پرائی عورت کو تحفہ دینا، اس کے زیورات یا کپڑوں کو چھونا، اس کے ساتھ چارپائی پر بیٹھنا، بدکاروں کے افعال تصور ہوں گے۔'' یہودیوں کے یہاں جو مشہور ۱۰ وصیتیں ہیں، ان میں یہ بھی ہے: ''تو زنا نہ کر۔'' (کتاب اثناء: ۵:۱۷) تورات میں ایک موقع پر بدکاری سے منع کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''بیگانہ عورت کے ہونٹوں سے شہد ٹپکتا ہے، اور اس کا منہ تیل سے زیادہ چکنا ہے، پر اس کا انجام ناگدونے کی مانند تلخ اور دودھاری تلوار کی مانند تیز ہے۔'' اس کے پاؤں موت کی طرف جاتے ہیں، اس کے قدم پاتال تک پہنچتے ہیں، سواسے زندگی کا ہموار راستہ نہیں ملتا، اس کی راہیں بے ٹھکانہ ہیں، پر وہ بے خبر ہے۔''

(کتاب امثال: ۵-۱-۲۳)

عیسائی مذہب میں انجیل کے صحائف پر یقین کیا جاتا ہے، انجیل لوقا میں جگہ جگہ زنا سے منع کیا گیا ہے: چنانچہ ایک موقع پر کہا گیا ہے:

''نو حکموں کو جانتا ہے: زنا نہ کر، خون نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے، اپنے ماں اور باپ کی عزت کر۔''

(انجیل لوقا، باب: ۱۸-۱۸-۲)

اسی طرح پولس رسول اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''حرام کاری سے بھاگو، جتنے گناہ آدمی کرتا ہے، وہ بدن سے باہر ہیں، مگر حرام کار اپنے بدن کا بھی گناہگار ہے۔''

(انجیل لوقا: ۶-۱۸)

شریعت اسلامی میں زنا جس درجہ مذموم فعل ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہے، کہ صرف زنا سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ زنا کے قریب پھٹکنے سے بھی منع فرمایا گیا:

"ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة و ساء سبيلا۔ (اسراء: ۳۲)، زنا سے قریب بھی نہ ہو کہ یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان زنا میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کا ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور ایک چھتری کی طرح لٹکا رہتا ہے، جب وہ اس گناہ سے باہر نکلتا ہے تو پھر ایمان لوٹ آتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، باب الدلیل علی زیادة الایمان و نقصانه، حدیث نمبر: ۴۶۹۵) ایک موقع پر آپ سے دریافت کیا گیا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرک کرنا، پوچھا گیا: اس کے بعد؟ ارشاد ہوا: یہ بات کہ تم اپنی اولاد کو اس لئے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہوجائے گی، سوال کیا گیا: اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۶۸۹۰)

زنا صرف مذہبی اور اخلاقی نقطہ نظر سے ہی بری چیز نہیں ہے، بلکہ زنا کی وجہ سے بہت سے سماجی نقصانات بھی پیدا ہوتے ہیں: پہلا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نکاح کی شرح کم ہوجاتی ہے، جب لوگ دیکھیں گے کہ جنسی خواہش بیوی کا بوجھ اُٹھائے بغیر پوری کی جاسکتی ہے تو رجحان پیدا ہوگا کہ نکاح کرنے کے بجائے کسی مرد یا کسی عورت کے ساتھ یوں ہی زندگی گزار دی جائے، تاکہ مقصد بھی حاصل ہوجائے اور زندگی کا بوجھ بھی اُٹھانا نہ پڑے، چنانچہ مغربی ملکوں کی یہی صورت حال ہے کہ وہاں نکاح کی شرح کم سے کم ہوتی جارہی ہے، 2010ء کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں 45 فیصد، اسپین اور اٹلی میں 36 فیصد، فرانس اور بلجیم میں 39 فیصد، جرمنی میں 47 فیصد اور ہالینڈ میں 45 فیصد ہی افراد نکاح کرتے ہیں، بقیہ تعداد بغیر نکاح کے زندگی گزارتی ہے، قریب قریب یہی حال اکثر مغربی ملکوں کا ہے، شرح نکاح میں اس کمی کا نقصان خواتین کو زیادہ پہنچتا ہے، کیونکہ جن عورتوں کو نکاح کے بغیر رکھا جاتا ہے، جب اس کا حسن ڈھل جاتا ہے اور وہ بوڑھاپے میں قدم رکھتی ہیں تو سماج میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی، ان کی حیثیت گھر کے استعمال شدہ کچرے کی ہوجاتی ہے، جس کو ڈسٹ بین میں ڈال دیا جاتا ہے۔

دوسرے: جو لوگ نکاح کے رشتہ میں

بندھے ہوئے ہیں، زنا کی چھوٹ ملنے کی وجہ سے ان کے رشتہ میں بھی استحکام باقی نہیں رہے گا، ایک دوسرے کے بارے میں بے اعتمادی کا شکار ہوجائیں گے، اور طلاق کے واقعات بڑھ جائیں گے، رشتہ نکاح کی کمزوری اور طلاق کے واقعات نہ صرف زوجین کو نقصان پہنچاتے ہیں کہ وہ سکون سے محروم ہوتے ہیں، ذہنی تناؤ کا اور بعض دفعہ دوسری نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں، بلکہ ان کا اثر بچوں پر بھی بہت زیادہ ہوتا ہے، وہ یا تو ماں کی ممتا سے محروم ہوجاتے ہیں یا باپ کی شفقت سے، اور اگر باپ کو اپنی اولاد کے بارے میں شک پیدا ہوگیا کہ وہ اس سے نہیں ہے اور اس نے مالی ذمہ داریاں ادا کرنی چھوڑ دیں تو بچوں کی زندگی مزید تباہ ہوجاتی ہے، اور وہ تعلیم و تربیت سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔

تیسرے: کسی عورت کا غیر مرد سے تعلق ایسی تلخی پیدا کردیتا ہے کہ اکثر نوبت قتل وقتال کی آجاتی ہے، اگر صرف غلط فہمی اور بدگمانی پیدا ہوجائے تو اس سے بھی قتل اور بعض دفعہ خودکشی کے واقعات پیش آجاتے ہیں، دن رات اخبارات میں ایسی خبریں آتی رہتی ہیں۔

چوتھے: اس سے رشتہ کا تقدس ختم ہوجائے گا، انسان چاہے خود کسی گناہ میں مبتلا ہو، لیکن وہ اپنے والدین، بزرگوں اور اساتذہ وغیرہ کے بارے میں زنا جیسے گناہ کا تصور بھی نہیں کرسکتا، اور اس پاکیزہ تصور کی وجہ سے اپنے بڑوں کا بے حد احترام کرتا ہے، جب اسے مثلاً اپنے ماں باپ کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ دوسرے مرد یا دوسری عورت سے ناجائز تعلق رکھتے ہیں تو کیا اس کے دل میں ان کے لئے محبت واحترام کے جذبات باقی رہیں گے، اور کیا اولاد کے سامنے اس تصور کے آجانے کے بعد والدین اپنے بچوں کی تربیت کرپائیں گے؟

پانچویں: چاہے کچھ بھی کہا جائے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ زنا کو ہر مہذب سماج میں عار کی بات سمجھا جاتا ہے، آدمی اپنے ماں باپ کے نکاح کا ذکر کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتا، لیکن اگر خدانخواستہ ان کے زنا میں مبتلا ہونے کی نوبت آجائے تو کوئی شریف انسان یہ کہنے کا تصور نہیں کرسکتا کہ میری ماں یا بہن یا بیٹی نے یا میرے باپ دادا یا نانا نے فلاں کے ساتھ زنا کیا ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ چاہے انسان نفسانی خواہشات کے غلبہ میں کچھ کہہ جائے یا کر بیٹھے، لیکن اس کی فطرت اس فعل کو شرم و عار کا باعث سمجھتی ہے، اور جب یہ شرم و عار کسی کے ساتھ لگ جاتی ہے تو اس کا اثر پشتہا پشت تک باقی رہتا ہے، بالخصوص مشرقی ممالک میں نہ صرف مرد و عورت اس جرم کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، بلکہ ان کی اولاد بھی اس ناکردہ گناہ کی وجہ سے ذلت و رسوائی سے دوچار رہتی ہے۔

طبی اعتبار سے زنا کے جو نقصانات ہیں۔ وہ بھی بے حد تکلیف دہ ہیں، آتشک اور سوزاک کی بیماریاں اسی گناہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور گزشتہ چند دہوں میں ایڈز کی جو خوفناک بیماری ظاہر ہوئی ہے، وہ بھی بنیادی طور پر اسی کا نتیجہ ہے، اسی لئے جن ملکوں میں مرد و عورت کے غیر قانونی تعلق کی اجازت ہے، وہاں یہ بیماری خوفناک سطح پر بڑھتی جارہی ہے، جس سے انسان کی قوت مدافعت مکمل طور پر ختم ہوجاتی ہے، اور وہ مریض ہی نہیں ہوجاتا، بلکہ مجموعۂ امراض بن جاتا ہے، اس لئے یہ آزادی نہیں ہے بلکہ نفس کی غلامی فطرت سے بغاوت ہے، اللہ نے انسان کو بہترین جسم عطا فرمایا ہے اور پوری کائنات کو اس کو سہولت پہنچانے والی چیزوں سے سجا دیا ہے، لیکن انسان کا جسم، انسان کی دولت اور کائنات کی یہ تمام چیزیں اسی وقت اس کے لئے رحمت اور سامانِ راحت ہیں، جب کہ وہ فطرت کے اصولوں کے مطابق ان کا استعمال کرے اور فطرت کے اصول کیا ہیں؟ وہ ہم سے کیا چاہتی ہے؟ اور ہماری کس بات کو ناپسند کرتی ہے؟ یہ بات مذہب اور بالخصوص دین حق کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے، جو خالق فطرت کا بھیجا ہوا دین ہے، اللہ نے آگ کو جلانے کے لئے پیدا فرمایا ہے اور پانی کو نہانے کے لئے، اب اگر کوئی آگ سے غسل کرنے لگے اور پانی سے چولہا سلگانے لگے تو کیا وہ اپنے مقصد کو حاصل کرسکے گا؟

○○○

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

ایک ناقابل فراموش کتاب، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر

عصر حاضر میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت میر کارواں کی ہے، وہ دوسو سے زیادہ عربی اور اردو کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی بہت سی کتابوں کے ترجمے دنیا کی مشہور زبانوں میں ہوچکے ہیں، جس طرح ہندوستان میں عوام وخواص ان کے نام سے اور کام سے واقف ہیں، اسی طرح سے عرب دنیا کے اہل علم ودانشوران سے متاثر اور ان کے قدرداں ہیں، امام العرب والعجم کا لقب انہیں دیا گیا ہے۔ تمام عرب ملکوں کے علماء، صلحاء اور دینی تحریکوں کے رہبر حضرات مولانا کی شخصیت سے اور ان کی کتابوں سے متاثر رہے ہیں، مولانا کو اللہ نے عالم اسلام میں میر کارواں کا مقام عطا کیا تھا، نگاہ بلند تھی، جان پرسوز اور سخن دلنواز، نہ صرف معاصرین میں بلکہ متقدمین میں بھی مولانا کی جامع شخصیت کی مثال آسانی کے ساتھ نہیں ملتی، انہوں نے دینی تحریکوں کی قیادت کی، علمی اعتبار سے اور تصنیف وتالیف کے اعتبار سے بہت موثر اسلامی لٹریچر تیار کیا اور پھر ہندوستان میں بہت سے شہروں میں برادران وطن کو خطاب بھی کیا اور پیام انسانیت کی تحریک چلائی، یہ تحریک درحقیقت ملک میں دعوت اسلام کا پلیٹ فارم تیار کرنے کی تیاری تھی، اور پہلے مرحلے میں کام برادران وطن کو اسلام اور مسلمانوں سے مانوس کرنا تھا، اور ان کی غلط فہمیاں دور کرنا تھا۔ بہت سے لوگوں نے پیام انسانیت کی تحریک کو پورے طور پر نہیں سمجھا۔

مولانا کی تصنیفات بے شمار ہیں، یہ کتابیں مسلمانوں کے ذہنی سانچے کو درست کرنے اور ان کے اندر بصیرت اور عزیمت پیدا کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں، بہت سی کتابوں میں مغربی تہذیب پر بصیرت مندانہ تنقید ہے، جن میں یہ کتاب بھی داخل ہے ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' اور ''اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش'' میں خاص طور پر مغربی تہذیب وتمدن کو نشانہ بنایا گیا ہے، انہوں نے اپنی کتاب ''دعوت فکر وعمل'' میں مسلم حکومتوں کو خطاب کیا ہے، اور ان کو منہاج خلافت پر آنے اور مادی اور سائنسی ترقیوں میں یورپ کا ہم رکاب بننے کی تلقین کی ہے، ان کی زیادہ تر تحریروں اور تقریروں میں ایمان ویقین کو بیدار کرنے کا درس ملتا ہے، ان کی مشہور زمانہ کتاب ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں دراصل اسلامی تاریخ کے چاند ستاروں کی کرنوں سے ذہن ودماغ کو منور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مولانا کی ہر تقریر اور ہر تحریر میں قرآن وسنت کی خوشبو اور دلآویزی ہے، خود ان کی اپنی شخصیت اخلاق نبوی کا پرتو اور دینی غیرت کا نمونہ تھی، ان کی شخصیت میں رومی اور غزالی کا عکس اور مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور حسن البنا رحمۃ اللہ علیہ شہید کی خصوصیات کا انعکاس نظر آتا ہے اور پھر روحانی اور ربانی شخصیتوں اور سلف صالحین کی خصوصیات بھی نظر آتی ہیں، ان کے قلب پر افادات قرآنی کا القا محسوس ہوتا ہے اور یہ صاف لگتا ہے کہ ان کی مشام جاں گلہائے سیرت کی خوشبو سے معطر ہے، پھر ان سب کے ساتھ وہ ایک مورخ، ایک مفکر اور زبان وادب کے بہترین صاحب قلم نظر آتے ہیں، ہندوستان میں جتنی مقبولیت ان کو حاصل ہوئی اس سے زیادہ عرب دنیا میں محبت و اعتماد ان کو حاصل ہوا، ہر حلقے میں ان کا نام

احترام سے لیا جاتا ہے، یہ عالمگیر محبوبیت اور مقبولیت ایسا انعام ہے جس کی نظیر عالم اسلام میں مشکل سے ملے گی۔

پیش نظر کتاب مولانا کی شہرۂ آفاق تصنیف ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' کا تیلگو ترجمہ ہے، مولانا نے یہ کتاب سب سے پہلے عربی زبان میں "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمين" کے نام سے لکھی، جس وقت ان کی عمر ۳۲ سال سے زیادہ نہ تھی، یعنی یہ ان کے عین جوانی کے ایام تھے، عمر کے اس حصے میں عقل عموماً جذبات کے تابع ہوا کرتی ہے، فکر وشعور میں پختگی نہیں ہوتی ہے لیکن مولانا کی اس کتاب کو پڑھنے والا کوئی بھی شخص ان کی فکری متانت اور علمی پختگی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ پاتا، کتاب بنیادی طور پر سات ابواب پر مشتمل ہے۔ (۱) بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے۔ (۲) بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ (۳) مسلمانوں کا دور قیادت۔ (۴) مسلمانوں کا زوال۔ (۵) بین الاقوامی سیادت وقیادت کا مغربی عہد اور اس کے اثرات (۶) مغربی عہد اقتدار میں دنیا کے معنوی خسارے۔ (۷) عالم اسلام زندگی کے میدان میں۔ مسلمانوں کے زوال پر کم سے کم پانچ صدیاں گزر چکی ہیں۔ علامہ شکیب ارسلان کی کتاب "لماذا تأخرنا و تقدم غيرنا" بھی اس موضوع پر ایک اچھی کتاب ہے، لیکن دنیا کے مشہور صاحب قلم سید قطبؒ نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اس موضوع پر تمام قدیم و جدید لٹریچر میں جو چند بہترین کتابیں میری نظر سے گزری ہیں ان میں مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف کا بہت خاص مقام ہے، یہ کتاب اتنی زیادہ اہم ہے کہ کہنے والوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر مصنف اس کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب تصنیف نہ بھی کرتے تو اور ان کا کوئی علمی کارنامہ منظر عام پر نہ آتا تب بھی ان کا نام اس کتاب کے حوالے سے نہ صرف زندہ رہتا بلکہ لوگوں کی زبان پر ہوتا۔

مولانا علی میاں کی نظر میں ایسی جماعت جو پوری دنیا کو ایک خاص سانچہ میں ڈھالنے کی استعداد اور صلاحیت رکھتی ہے وہ مسلمانوں کی جماعت ہے، کیونکہ مسلمان دنیا کی دیگر اقوام کی طرح محض سادہ معنوں میں ایک قوم نہیں بلکہ خدائی منصوبہ بندی کا ایک عظیم الشان اور بنیادی حصہ ہیں، ان کی حقیقت ایک روشن سورج کی سی ہے، جو ساری دنیا پر طلوع ہوتا ہے، اور اس کے ہر حصے کو اپنی ضوفشانیوں سے منور کر دیتا ہے جب کہ دوسری قوموں کی حیثیت سیاروں کی سی ہے، جو سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

مولانا ندوی کے نزدیک مسلمانوں کا یہ مقام ومرتبہ صرف تمغۂ شرف وامتیاز نہیں بلکہ ایک ذمہ داری ہے، ایک فریضہ ہے جو ان کے شانوں پر ڈالا گیا ہے، یہ وہ بار امانت ہے جس کے تحمل سے زمین وآسمان اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا لیکن انسان نے اسے اٹھالیا، یہ مسلمانوں کی منصبی ذمہ داری ہے کہ یہ امانت ان لوگوں تک پہنچائیں جو اس سے منھ موڑ چکے ہیں، مسلمانوں کا اصل منصب یہ ہے کہ وہ کل قیامت کے دن دنیا کی اقوام پر خدا کی حضور میں گواہی دیں کہ انہیں

مولانا علی میاں کی نظر میں ایسی جماعت جو پوری دنیا کو ایک خاص سانچہ میں ڈھالنے کی استعداد اور صلاحیت رکھتی ہے وہ مسلمانوں کی جماعت ہے، کیونکہ مسلمان دنیا کی دیگر اقوام کی طرح محض سادہ معنوں میں ایک قوم نہیں بلکہ خدائی منصوبہ بندی کا ایک عظیم الشان اور بنیادی حصہ ہیں، ان کی حقیقت ایک روشن سورج کی سی ہے، جو ساری دنیا پر طلوع ہوتا ہے، اور اس کے ہر حصے کو اپنی ضوفشانیوں سے منور کر دیتا ہے جب کہ دوسری قوموں کی حیثیت سیاروں کی سی ہے، جو سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

رسول کے ذریعے خدا کی جوامانت سپرد کی گئی تھی، اور جو پیغام انہیں پہنچانے کے لئے دیا گیا تھا وہ پیغام انہوں نے پہنچادیا، مسلمانوں کا اصل منصب انسانی گلے کی پاسبانی کا کام ہے، یعنی صرف یہ کافی نہیں کہ خدائی احکام کے تابع ہوں اور شریعت الٰہیہ کی پابندی کریں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اہل دنیا کو بھی اس پر آمادہ کریں اور اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو یہ مسلمانوں کا ایک مجرمانہ فعل ہوگا، اور یہ وہی بات ہوگی جو ایک حدیث میں کہی گئی ہے، کہ اگر کسی کشتی کا کوئی سوار اسی کشتی میں سوراخ کرنے لگے تو اس سے باز رکھنا کشتی پر سوار لوگوں کے لئے ضروری ہوگا ورنہ نادان شخص کی اس حرکت سے کشتی کے سارے لوگ غرق آب ہوجائیں گے، مسلمانوں نے اس ذمہ داری کو چھوڑ دیا ہے اس لئے روئے زمین میں فساد پھیل گیا ہے اور دنیا تباہی سے دوچار ہورہی ہے، عالم اسلام کو ساری دنیا کی قیادت کا فریضہ انجام دینا ہے اور یہی اس کتاب کا مرکزی اور بنیادی نقطہ ہے، یہی وہ نظریہ ہے جو عرب دنیا میں اخوان المسلمون نے اور برصغیر میں جماعت اسلامی نے پیش کیا تھا، یعنی پوری دنیا کو اسلام کے نور سے منور اور شریعت اسلامی کے عطر سے معطر کرنا اسلامی قیادت کا فریضہ ہے، ورنہ فساد فی الارض کی ذمہ داری مسلمانوں پر بھی عائد ہوگی، اس کتاب کا مقصد مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بتایا ہے، ''اس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کو اس مجرمانہ کوتاہی کا احساس ہو، جو انہوں نے انسانیت کے حق میں کی اور اس کی تلافی اور اصلاح حال کا جذبہ ان کے اندر پیدا ہو، اسی کے ساتھ دنیا کو اپنی بدقسمتی کا بھی علم ہو، جس سے اس کو مسلمانوں کی قیادت سے محروم ہوجانے کی بنا پر دوچار ہونا پڑا۔'' (ص:۱۳۰)

مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بہت بڑا وصف اور امتیاز ہے کہ ان کے فکر و تخیل کا اصل مرکز انسانوں کا کوئی مخصوص گروہ نہیں صرف مسلمان بھی نہیں بلکہ پوری انسانیت ہے، وہ پوری انسانیت سے محبت رکھتے ہیں، چنانچہ انسانیت کے پیغام کو تحریر و تقریر دونوں کے ذریعے لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ انہوں نے آخر دم تک انجام دیا اور انسانیت کے محسن اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر ایک نہیں متعدد کتابیں عربی زبان اور اردو زبان میں لکھ ڈالیں، یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے خاص طور پر عرب دنیا میں اور عرب دنیا سے باہر بھی بہت زیادہ مقبول ہوچکی ہے اور اس کے بہت ایڈیشن نکل چکے ہیں، اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوچکے ہیں اور ہر باشعور مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے، اس کتاب کے مطالعہ کے بغیر کسی تعلیم یافتہ شخص کا مطالعہ مکمل نہیں کہا جاسکتا ہے اور اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے کو اپنے اندر وہ جامعیت پیدا کرنا چاہئے، یہ کتاب جس کا تقاضا کرتی ہے، اور خود مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت جس جامعیت کا نمونہ تھی یعنی عبادت بھی روحانیت بھی اور اسی کے ساتھ اجتماعی زندگی میں مسلمانوں کو ان کا صحیح مقام دلانے کی کوشش بھی اور دنیا کی قیادت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کی تیاری بھی اور اس کا دعوت بھی۔ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک، حسن البنا رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک، ان تمام تحریکات کا عطر مجموعہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تھی۔ ایسی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ہندوستان کی کئی زبانیں اسلامی لٹریچر کے اعتبار سے مالدار اور سرمایہ دار ہوچکی ہیں، جنوبی ہندوستان کی تیلگو زبان بھی اسلامی لٹریچر پر کتابوں کے اعتبار سے بہت جلد ثروت مند ہونے والی ہے کہ اس میں بہت سی اہم کتابیں اسلامی موضوعات پر لکھی جارہی ہیں اور ترجمے کا لباس اختیار کررہی ہیں۔ اور اب یہ کتاب تیلگو زبان کے باذوق قارئین تک پہنچ رہی ہے۔

○○○

ناقدینِ صحابہ پر بے وقوفی کی قرآنی مہر

مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی

صحابہ کرام، آسمان ہدایت کے ستارے ہیں

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دین اسلام کے ترجمان وعلم بردار، قرآن مجید کے محافظ وپاسبان، سنت نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیت وسلام) کے عامل ومبلغ، بلند سیرت وکردار کے حامل وداعی اور امتِ مسلمہ کے محسن ومعمار ہیں، بقول مفکرِ اسلام علامہ سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کیے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوت کا شاہ کار ہے اور نوع انسانی کے لیے باعثِ شرف وافتخار ہے، انسانیت کے مرقع میں بلکہ اس پوری کائنات میں حضرات پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین وجمیل، اس سے زیادہ دل کش ودل آویز تصویر نہیں ملتی، جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے، ان کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچا دل، ان کی بے تکلف زندگی، ان کی بے نفسی، خدا ترسی، ان کی پاک بازی، پاکیزگی، ان کی شفقت ورافت اور ان کی شجاعت وجلادت، ان کا ذوق عبادت اور شوقِ شہادت، ان کی شہ سواری اور ان کی شب زندہ داری، ان کی سیم وزر سے بے پروائی اور ان کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل، ان کا حسن انتظام دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ مختلف قبائل، مختلف خاندانوں اور مختلف حیثیتوں کے افراد ایک خوش اسلوب، متحد القلوب خاندان میں تبدیل ہو گئے اور اسلام کی انقلاب انگیز تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ صحبت نے ان کو شیر وشکر بنا دیا۔''

(بحوالہ: دو متضاد تصویریں)

مناقب صحابہ قرآن و سنت کی روشنی میں

یہی وہ جانثاران رسول ہیں جن کو رضائے الٰہی کی قرآنی دستاویز حاصل ہے بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں آیات اور احادیث میں جن کے فضائل ومناقب امتیازات اور کمالات مختلف عنوانات اور زاویوں سے بیان فرمائے گئے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے منتخب ومختار بندے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری دنیا کے لیے اسوہ ونمونہ ہیں۔ (سورہ حج: 78)

یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے نہایت محبوب اور پسندیدہ بندے ہیں اور بخشے بخشائے ہیں، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کا پراونہ خوشنودی عطا فرما دیا ہے۔ (سورہ توبہ: 100)

اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ہر صحابی سے ان کے ایمان، انفاق اور جانی قربانیوں کے نتیجہ میں ''جنت'' کا اہم وعدہ فرمایا ہے۔ (سورہ حدید: 10)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب بہت تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کے انتخاب) کے بعد (اللہ تعالیٰ نے) لوگوں کے قلوب پر نظر ڈالی تو کچھ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور اپنے دین کے ناصر ومددگار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء اور نائبین کے طور پر منتخب فرمایا۔'' (موطا امام محمد)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعلق براہ راست نبی کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے، اس لیے ان سے محبت حضور علیہ السلام سے محبت ہے اور ان سے بغض، بغض رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کا شعبہ ہے۔ان کے حق میں ادنیٰ لب کشائی ناقابل معافی جرم ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: ''اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاملہ میں، مکرر کہتا ہوں، اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، میرے بعد ان پر تنقید نہ کرنا؛ کیوں کہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر، جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔'' (ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناقدینِ صحابہ اور منافقین پر لعنت بھیجنے کا صریح حکم دیا ہے کہ'' جب تم لوگ حضرات صحابہ کرام کو گالی دیتے ہوئے (منافق) لوگوں کو دیکھو تو کہو کہ تمہاری بد گوئی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔'' (ترمذی)

ایک اور حدیث میں بہت ہی بلیغ ومؤثر اسلوب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' جو شخص حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو گالیاں دے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے اور نہ نفل (حکایت صحابہ)

صحابہ کرام ؛حق و باطل کا معیار ہیں

: مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ نے صحابہ کرام پر تنقید کرنے والوں کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بعد کی امت کے لئے حق و باطل کا معیار ہیں؛ انہیں معیتِ نبوی کا جو شرف حاصل ہوا؛ اس کے مقابلہ میں کوئی بڑی سے بڑی فضیلت ایک جو کے برابر بھی نہیں؛ کسی بڑے سے بڑے ولی اور قطب کو ان کی خاکِ پا بننے کا شرف حاصل ہو جائے تو اس کے لئے مایہ صد افتخار ہے؛ اس لئے امت کے کسی فرد کا خواہ وہ اپنی جگہ مفکرِ دوران اور علامہ زماں ہی کہلواتا ہو؛ ان پر تنقید کرنا قلبی زیغ کی علامت ہے۔ (ماہنامہ البینات)

ناقدینِ صحابہ پر بے وقوفی کی قرآنی مہر

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں صحابہ کرام کے ایمان معیار قرار دیا ہے: جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جیسے صحابہ نے ایمان لایا ہے تو منافقین کہتے ہیں کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ اللہ تعالیٰ نے ناقدینِ صحابہ کا بغض واضح فرما کر منافقت کا پردہ فاش کرتے ہوئے تا قیام قیامت ان پر بے وقوفی کی مہر لگا دی کہ یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن وہ اپنی بے وقوفی کو جانتے نہیں ہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں سفاہت کی تشریح کرتے ہوئے دو معنی ذکر کئے ہیں:

۱-**خِفّة العَقل** ہلکی عقل والے کہ ان کی عقل کمزور ہوتی ہے اسکا ثبوت یہی ہے کہ وہ صحابہ کرام جیسے عظیم اشخاص کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔

۲-**والجَھلُ بِالاُمورِ** اور جو حقائق امور سے ناواقف ہو۔

حقائق سے قطع نظر کرتے ہوئے ظاہری مفاد، حب جاہ اور مال و منصب کی لالچ میں صحیح اور غلط کی تمیز سے قاصر رہتے ہیں اس آیت کے ذیل میں اگر ناقدینِ صحابہ کا جائزہ لیں تو یہ معلوم ہوگا کہ در حقیقت ناقدینِ صحابہ اپنی شیطنت، دورخی اور نفاق کو ہوش و عقل اور درایت کی دلیل سمجھتے ہیں جو صریح بے وقوفی ہے

کیا یہ بیوقوفی نہیں کہ اپنی استعداد اور قوت کو شیطنت، سازش اور تخریب کاری کی راہ میں صرف کرے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو عقلمند سمجھے؟

کیا یہ زمرہ سفاہت میں شامل نہیں کہ اجماعی عقیدہ کہ تمام صحابہ عادل ہیں سے روگردانی کر کے تحقیق کے نام پر صحابہ کرام کے مقدس گروہ پر تفسیق کا دروازہ کھولے؟

کیا یہ بے وقوفی نہیں کہ تنقیدِ صحابہ اور تنقیصِ اصحاب نبی جیسے باعثِ ننگ و عار کام پر مصر رہے؟

اس سے بڑھ کر اور کیا سفاہت اور منافقت کی مثال ہوسکتی ہے خون جگر سے اسلام کی آبیاری کرنے والے، فقر و فاقہ کے انتہا کے باوجود مکمل دیانت و امانت تقوی و طہارت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال سیرت اور کردار کو جمع کرنے والے، چونسٹھ لاکھ مربع

میل پر اسلامی حکومت کرنے والے اصحاب مصطفیٰ کی سیرت وکردار کو داغدار بنایا جائے اور ان کی شخصیت کو گھناؤنے رنگ میں پیش کیا جائے، ان کے پر تنقید کی جائے، ان پر مال وجاہ کی حرص، خیانت، غصب اور کنبہ پروری، اقربا نوازی کے الزامات لگائے جائیں (الامان والحفیظ)

نسل نو کو دین بیزار کرنے کی مذموم کوشش

ذرا غور کیجئے!! وحی خداوندی نے جن حضرات کی تعدیل فرمائی، جن کے قلوب کو یقین محکم اور غیر متزلزل ایمان سے منور کیا، جن کے اخلاص وللّٰہیت پر شہادتیں دی ہو اور انہیں یہ رتبہ بلند عطا کیا ہو کہ وہ اصحاب رسول جیسے عظیم لقب سے ملقب ہوئے، اور جن کو یہ شرف عطا ہوا کہ رسالت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے عادل گواہوں کی حیثیت سے وہ ساری دنیا کے سامنے پیش کیے گئے اگر ان پر انگشت نمائی کی جارہی ہے تو در اصل دین کی مکمل عمارت کو منہدم کرنے کے مترادف ہے، اور نسل کو دین بیزار کرنے اور صحابہ کرام کے تقدس کو پامال کرنے کی ایک گھٹیا ترین کوشش ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اگر گناہ ایک حد سے بڑھ جائے تو پھر انسان سے حسِ تشخیص چھن جاتی ہے بلکہ اس کی تشخیص برعکس ہوجاتی ہے اور ناپا کی وآلودگی اس کی طبیعت ثانوی بن جاتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ نقد صحابہ کی وجہ سے حس تشخیص چھن گئی ہو، اپنے فاسد نظریات کو صحیح سمجھ کر ان سے چمٹے رہنے کا مرض لاحق ہوگیا ہو کہیں ذہنی کجی، بے راہ روی کی وہ نچلی سطح پر تو نہیں پہونچ گئے ہو کہ اس سے صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنے کی استعداد ہی سلب ہوگئی ہو، پھر نہ کسی کے قول کا اثر، نہ کسی کی مخالفت کی پرواہ اور نہ ہی خدا ورسول کے سامنے جواب دہی کا احساس حب صحابہ کا تقاضہ تو یہ تھا ان کا تذکرہ پورے ادب اور لحاظ کے ساتھ کیا جاتا، تحریر وتقریر میں رعایت برتی جاتی؛ بایں وجہ کہ علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

دین کے سلسلۂ سند کی یہ پہلی کڑی اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحبت یافتہ حضرات کی جماعت- معاذ اللہ- نا قابل اعتماد ثابت ہو، ان کے اخلاق واعمال میں خرابی نکالی جائے اور ان کے بارے میں یہ فرض کرلیا جائے کہ وہ دین کی علمی وعملی تدبیر نہیں کرسکے تو دینِ اسلام کا سارا ڈھانچہ ہل جاتا ہے اور خاتم بدہن رسالت محمدیہ مجروح ہوجاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اپنی امت کو زور دار انداز میں متنبہ فرمایا ہے کہ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے (تمام بندوں میں) مجھے منتخب فرمایا ہے اور میرے لیے اصحاب، انصار اور رشتہ داروں کو منتخب فرمایا ہے ،عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو میرے اصحاب کو برا کہیں گے اور ان کی تنقیص (بے ادبی) کریں گے پس تم ان کے ساتھ میل ملاپ نہ کرنا، نہ ان کے ساتھ کھانا پینا اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔“ (مرقاۃ)

حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ سے حکایات صحابہ میں منقول ہے ”جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی، منافق اور سنت کا مخالف ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہو، یہاں تک کہ ان سب کو محبوب رکھے اور ان کی طرف سے دل صاف ہو۔“ (حکایت صحابہ)

بلاشبہ حضرات صحابہ کرام تاریخ ساز، عہد آفریں شخصیات کا مجموعہ ہیں اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ کے پرتو، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا ثمرہ اور اسلام کی صداقت کی دلیل وحجت ہیں، اور انہیں نقش پا کو چوم کر چلنا دارین میں عافیت کا باعث ہے، ذرا ان احادیث اور اقوال پر نظر کیجیے!!

خدارا اپنے ایمان کی فکر کیجئے!!

اپنی عاقبت کے بارے میں سوچئے!!

روز محشر اصحاب رسول سے کیسے سامنا کرو گے؟ محدث رسول اللہ حضرت ابوہریرہ، حضرت معاویہ، حضرت سعد بن ابی وقاص شیخین مکرمین کو کیا منہ دکھاؤ گے؟

حق تعالیٰ جل شانہ اپنے فضل سے ہمیں ہر طرح کی گمراہی سے محفوظ فرمائے اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا وآخرت کی سرخروئی عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

○○○

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اور خواتین کے ساتھ حسن سلوک

محمد اعظم ندوی

ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے ہر طبقہ کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا اور عملی طور پر اس کو برت کر دکھایا، نہ صرف انسانوں کے ساتھ بلکہ ہر جاندار کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور سکھایا، عام اشیاء کے لین دین میں بھی آپ کی نرم روی اور لطف و کرم کا اثر صاف ظاہر ہوتا تھا، معاشرہ میں جن طبقات کو کمزور سمجھا جاتا تھا، ان کی مزید رعایت کی، اور اسی کی تاکید اپنی امت کو بھی فرماتے رہے، انہیں میں ایک عورت بھی ہے جس کے بارے میں دنیا کی مختلف قوموں اور تہذیبوں میں کیسا غیر انسانی تصور اور اسی اعتبار سے سلوک پایا جاتا تھا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، خاص طور سے اسلام کا سورج جس ماحول میں طلوع ہوا اس میں عورت اپنے ہر روپ میں مظلوم اور بے سہارا تھی، اس کا دنیا میں آنا منحوس سمجھا جاتا تھا، اس لئے اسے زندہ زمین کے آغوش میں رکھ دیا جاتا تھا، اس کے لئے زمین کے اوپر جگہ نہ تھی بلکہ زمین کے نیچے اور اگر کسی رحمدل کی نظر رحمت اسے بچالے جانے میں کامیاب ہوجاتی تھی تو بھی وہ ایک عام سامان کی حیثیت رکھتی تھی انسان کی نہیں، یہی وجہ تھی کہ اسے وراثت میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، ایسے حالات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وسیع تر اصلاحات کا فریضہ انجام دیا اس میں ایک انقلابی قدم یہ بھی تھا کہ آپ نے عورت کو اس کا جائز مقام دلایا اور اس کی مختلف حیثیتوں میں اس کے حقوق بیان فرمائے، جس کا دوست و دشمن سب کو اعتراف ہے، ذیل میں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر جو بے انتہا احسانات ہیں ان کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں، کوشش ہوگی کہ زیادہ تر مثالیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی سے دی جائیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو سکے کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو جو تعلیمات دیں وہ خود ان کی پاکیزہ زندگی میں کس طرح رچ بس گئی تھیں، اور آپ کیونکر عورت کو سماج کا ایک باعزت اور ناگزیر عنصر ثابت کرنے میں کامیاب ہوئے، ہم اس کو عورت کی مختلف خاندانی حیثیتوں سے ذکر کریں گے، پھر عمومی تذکرہ۔

ماں کے ساتھ حسن سلوک: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو ماں باپ دونوں کی خدمت واطاعت کا حکم دیا، لیکن چونکہ ماں فطری طور پر زیادہ کمزور اور حساس ہوتی ہے، پھر اس کے احسانات اور قربانیاں بھی باپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں: اس لئے آپ نے ماں کا حق زیادہ بتایا اور ماں کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی ترغیب دی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تیری ماں‘‘، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تیری ماں‘‘۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ ارشاد فرمایا: ’’تیری ماں‘‘۔ اس نے کہا: پھر کون؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تیرا باپ‘‘ (الادب المفرد: باب برالام، حدیث نمبر:۳)

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کے نمونے تلاش کئے جائیں تو چونکہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ کی وفات تو اسی وقت ہوچکی تھی جب آپ چھ سال کے تھے اس لئے حسن سلوک کا کوئی واقعہ تو نہیں مل سکتا لیکن جب بھی آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یاد کرتے آبدیدہ ہوجاتے تھے، البتہ آپ نے اپنی رضاعی ماؤں کے ساتھ جو برتاؤ کیا ان میں سے چند شہادتیں حدیث وسیرت کی کتابوں میں ملتی ہیں، حضرت ابوالفضل کہتے ہیں: میں نے جعرانہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گوشت تقسیم فرمارہے ہیں، اتنے میں ایک عورت آئیں اور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئیں، آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی، وہ اس پر بیٹھ گئیں، میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون صاحبہ ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد: باب فی برالوالدین، حدیث نمبر: ۵۱۴۴)۔ شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ آپ کی وہ رضاعی ماں جن کا یہاں ذکر ہے ابن ذویب کی بیٹی حلیمہ سعدیہ تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری رضاعی ماں اور آپ کی پرورش و پرداخت میں نمایاں حصہ لینے والی خاتون ام ایمن برکہ بنت ثعلبہ تھیں، وہ اصلاً آپ کی والدہ حضرت آمنہ کی خادمہ تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو آزاد فرمایا تھا اور حضرت عبید بن زید سے شادی کرادی تھی، اور آپ ان کو محبت میں ''یا امہ'' (اماں جان) کہہ کر پکارتے تھے، آپ نے یہاں تک فرمایا کہ: **"ام ایمن امی بعد امی"** (میری ماں کے بعد یہی میری ماں ہیں) کبھی فرمایا: **"بقیة اھل بیتی"** (یہ میرے اہلبیت میں سے باقی بچ گئی ہیں) **(الاصابہ: باب فیمن عرف بالکنیة من النساء، حرف الالف، القسم الاول، ۸/۳۵۹)** ایک بار انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پیتے ہوئے دیکھ کر کہا: مجھے بھی پانی پلادیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہہ رہی ہو، حضرت ام ایمن نے کہا: تم نے مجھ سے زیادہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت نہیں کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام ایمن درست کہتی ہیں، اور آپ نے انہیں پانی پلایا **(اسدالغابة فی معرفة الصحابة۔ ۵/ ۵۶۷)** جب ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو آپ نے فرمایا: ''جسے یہ بات خوش آتی ہو کہ کسی جنتی عورت سے نکاح کرے وہ ام ایمن سے نکاح کرلے۔'' (طبقات ابن سعد: ۸/۱۶۲) چنانچہ ان سے آپ کے چہیتے صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور ان ہی کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی، آپ کی اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت ام ایمن حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے سامنے روتی ہوئی آئیں، انہوں نے پوچھا: آخر کون سی چیز ہے جو آپ کو رلاتی ہے؟ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہتر حالت میں چلے گئے، لیکن میں اس لئے رورہی ہوں کہ اب آسمان وزمین کے رابطے منقطع ہوگئے۔

(مسلم: حدیث نمبر: ۲۴۵۴)

بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو شیشوں سے تشبیہ دی، تاکہ ہر معاملہ میں ان کی فطری کمزوری اور نزاکت کا خیال رکھا جائے۔ انجشہ نامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حبشی غلام تھے، ان کا کام حدی خوانی کا تھا، یعنی قافلہ کے اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے وہ کچھ گاتے ہوئے چلتے تھے، لیکن عورتوں کو اونٹوں کی تیز رفتاری سے تکلیف ہوسکتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا انجشہ رویدك سوقا بالقواریر۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۶۱۶۱)

اے انجشہ! آبگینوں کو آہستہ لے کر چلو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کے الفاظ ہیں: **اللھم انی احرح حق الضعیفین الیتیم والمرأة۔"** (مسند احمد: ۹۶۶۶)

میں ایسے شخص کو گناہگار سمجھتا ہوں اور اس کو روکتا ہوں جو دو کمزوروں یتیم اور عورت کے حق کو ضائع کرتا ہے۔

خوشگوار زدواجی زندگی کا تقاضا ہے کہ میاں بیوی میں سے ایک خفا ہوجائے تو دوسرا اس کو منانے کی کوشش کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عام حالات میں **"ورب محمد"** (محمد کے رب کی قسم) کہنے کی عادی

تھیں، کسی وجہ سے ناراض ہوجاتیں تو" ورب ابراهیم" (ابراہیم کے رب کی قسم) کہہ دیا کرتی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرق کومحسوس کرلیا، اورفرمایا:

انی لأعلم اذا كنت عنی راضية و اذا كنت علی غضبی۔

(بخاری، حدیث نمبر:۵۲۲۸)

میں جانتا ہوں تم کب مجھ سے خوش ہو، اور کب ناراض ہو۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا اعتراف کیا اور فرمایا:

اجل يا رسول الله! لا اهجر الا اسمك۔

جی ہاں! بخدا رسول خدا! میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔

اس واقعہ سے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ ہمہ کار نبوت ازدواجی زندگی کو کس قدر خوشگوار رکھتے تھے، اور لاکھ مصیبت وغم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، باہر کے مسائل کو بہت کم گھر میں چھیڑتے تھے، ہاں جب مناسب موقع ہوتا تو بسااوقات ذکر بھی کرتے، اور مناسب مشورہ سے فائدہ بھی اٹھاتے۔

خاص طور سے خانگی امور میں عورتوں سے مشورہ لینے کو آپ پسند فرمایا کرتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آمروا النساء فی بناتھن۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۰۹۵) عورتوں سے ان کی بیٹیوں ے سلسلے میں مشورہ کرلو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو "یا عائش" کہہ کر بھی پکارا ہے۔ (الادب المفرد: حدیث نمبر: ۸۲۷) اس کے علاوہ بھی دیگر محبت بھرے ناموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو مخاطب فرمایا ہے، اسی طرح کچھ طلب کرنے میں تحقیر آمیز انداز نہ ہو، بلکہ ایسا انداز ہو جس میں محبت کی تراوش ہو، اور اس میں دل کوموہ لینے کی صلاحیت ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسجد سے خمرہ (چٹائی) مانگی، انہوں نے کہا: میں حالت حیض میں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان حيضتك ليست فی يدك۔

(ترمذی، حدیث نمبر:۱۳۴)

تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی حالت کے بارے میں کھل کر بتا دینا انتہائی بے تکلفی کی دلیل ہے، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح جواب دینا بھی بے پناہ لطف و محبت کی طرف اشارہ کرتا ہے، ورنہ آپ یہ بھی فرماسکتے تھے کہ اس حالت میں مسجد میں ہاتھ بڑھا کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا بیان ہے: "میں حالت حیض میں ہڈی منہ میں لیتی (کہ اس پر لگا ہوا گوشت کھاؤں) تو آپ ہڈی پہ اسی جگہ اپنا دہن مبارک رکھتے جہاں سے میں نے کھایا تھا، میں اسی حال میں کسی برتن سے پانی پیتی تو آپ اپنا دہن مبارک وہیں پہ رکھ کر پانی پیتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا۔"

(ابن ماجہ، حدیث نمبر:۶۳۵)

ایک غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رفیق سفر تھیں، تمام صحابہ کرام کو آپ نے آگے بڑھ جانے کا حکم دیا، اور حضرت عائشہ سے فرمایا: آؤ دوڑیں، دیکھیں کون آگے نکلتا ہے، یہ دبلی پتلی تھیں، آگے نکل گئیں، کئی سال کے بعد اسی قسم کا ایک اور موقع آیا، حضرت عائشہ کہتی ہیں: اب میرا جسم ذرا بھاری ہو چکا تھا، اب کی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے، فرمایا: عائشہ یہ اس دن کا جواب ہے۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر:۲۵۷۸)

ان ہدایات و واقعات سے اندازہ لگانا بالکل آسان ہے کہ آپ نے صرف ایک خوش مزاج اور بہی خواہ بلکہ وفا شعار اور بے مثال شوہر تھے اور آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان ہم آہنگی، تعاون اور ایثار کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف کی بھی بے نظیر عملی تصویر پیش کی۔

بیٹیوں پر شفقت

بیٹی کہ جس کی پیدائش پر لوگوں کے چہرہ پر سیاہی چھا جاتی تھی، اور لوگ اس پر منہ چھپائے پھرتے تھے، اسے زندہ درگور کردیتے بلکہ اس کی پیدائش کے خوف سے

وضع حمل کے وقت سے ہی اسے ٹھکانے لگانے کا انتظام کر لیتے تھے، آپ ان بیٹیوں کے لئے رحمت بن کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیوں سے نوازا تھا، آپ نے ان کی پرورش اور تعلیم کا اہتمام اس عمدہ اور بے مثال انداز سے کیا کہ دنیا کے لئے نظیر بن گئیں، اسی تعلیم و تربیت اور پرورش کا نتیجہ تھا کہ حضرت فاطمہ اسلام کی تاریخ میں ایک ذہین و فطین اور باکمال خاتون کے طور پر جانی جاتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے چال ڈھال اور اٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔'' (ترمذی، حدیث نمبر:۳۸۷۲) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک موقع سے فرمایا کہ: ''میری بیٹی میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے یہ پریشان ہوگی وہ میرے لئے بھی باعث پریشانی ہوگی، اور جو چیز اس کے لئے اذیت والی ہوگی اس سے مجھے بھی اذیت ہوگی۔'' (مسلم: حدیث نمبر:۲۴۴۹)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں جب ان کو کان میں بتایا کہ اس مرض میں ہی میری وفات ہوجائے گی تو رونے لگیں، پھر جب بتایا کہ سب سے پہلے میرے بعد تم مجھ سے آملوگی، اور تم اس امت کی عورتوں کی سردار ہوگی تو ہنسنے لگیں اور اس راز کو چھپائے رکھا، بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ (بخاری: حدیث نمبر : ۳۶۲۳)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ **"کان محبا فیھا"** **(ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی:** ص:۱۵۷) (آپ ان سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے)، اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت زینب کا انتقال ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب غسل دے چکو تو مجھے اطلاع کرنا، غسل کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو حصول تبرک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم مبارک سے اپنی تہبند اتار کر عنایت فرمائی، اور فرمایا کہ میرے مبارک تہبند کو کفن کے نیچے پہنادو۔

(مدارج النبوۃ:۲/۷۳۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے لئے ام غیاض نامی اپنی خادمہ مستقل طور پر بھیج دی تھی تاکہ کام کاج اور تسکین کا سامان رہے۔ (اسد الغابۃ:۵/۶۰۷) ایک مرتبہ گھر میں گوشت پکایا تو حضرت اسامہ کے ہاتھ سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھی بھجوایا۔ (ذخائر العقبی:ص:۱۶۲)

عام خواتین کے ساتھ برتاؤ: ایک حبشی عورت جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب اس کا انتقال ہوگیا تو لوگوں نے اس کو دفنادیا، لوگوں نے سمجھا کہ اس خدمت پیشہ عورت کے لئے حضور کو بتانے کی کیا ضرورت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کے انتقال کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ پھر فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ، لوگوں نے بتایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے، اور آپ نے قبر پہ نماز ادا فرمائی، اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ وہ مرد تھا یا عورت تھی، لیکن اس حدیث کے ایک تابعی راوی ابورافع کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ عورت ہی تھی۔ (بخاری: ۴۶۰، مسلم، حدیث نمبر : ۹۵۶) اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ آپ نے یہی برتاؤ ایک ایسی عورت کے ساتھ بھی فرمایا جس کے بارے میں یہ وضاحت حدیث میں موجود ہے کہ **"کان فی عقلھا شیء"** اس کی عقل ذرا کم تھی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کی ضرورت ہے، آپ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! تمہاری ضرورت کے لئے تم جہاں چاہو میں چلنے کے لئے تیار ہوں، پھر کچھ دور جاکر آپ نے اس کی ضرورت پوری کی۔

(مسلم: حدیث نمبر:۲۳۲۶)

ایک روایت کے مطابق سفانہ بنت حاتم طائی ایک سریہ (جس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہیں ہوئے، بلکہ صحابہ افسر مقرر کر کے بھیج دیئے تھے) میں قیدی بن کر آئیں، اس سریہ میں جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، اس سریہ کا مقصد قبیلہ طے کے بت ''الفلس'' کو

منہدم کرنا تھا، سفانہ بڑی خوش وخرم، باوقار، اور دانا وفرزانا خاتون تھیں، ان کے بھائی عدی مسلمان شہسواروں کے آنے کی خبر پا کر بھاگ نکلے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفانہ کے ساتھ ان کے سماجی معیار کے مطابق اچھے سے اچھا برتاؤ کیا، انہیں رملہ بنت حرث کے گھر میں رکھا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو وہ کہنے لگیں: ''اے محمد! ذرا بتایئے تو سہی میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں اور اس حال میں ہوں، مجھے جانے دیجئے، قبائل عرب کے سامنے میری نام ہنسی نہ کرایئے، میرے والد کتنی آبروؤں کے محافظ تھے، پا بہ زنجیر قیدیوں کی رہائی کا سامان کرتے تھے، بھوکوں کو شکم سیر کرتے، برہنہ تن کو پہناتے، مہمان نوازی کرتے، کھانا کھلاتے تھے، سلام کو عام کرتے تھے، کبھی کوئی ضرورت مند ان کے دروازے سے خالی ہاتھ نہ لوٹا، میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: بیٹی! یہ تو ایک مومن صادق کے صفات ہیں، واقعی اگر تمہارے والد مسلمان ہوتے تو ہم ان کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے۔ (پھر آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا) انہیں جانے دو، بیشک ان کے والد مکارم اخلاق (اچھے اخلاق) کو پسند فرماتے تھے۔

سیرت نگار حضرات سفانہ کی زبانی لکھتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جوڑے پہنائے، خرچ دیا، میں وہاں سے اپنے بھائی کے پاس شام پہنچی۔'' **(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، السیرۃ الحلبیہ:۳/۲۸۸)**

سفانہ اپنے بھائی عدی کے پاس آئیں اور انہیں حضور کے پاس حاضر ہوکر اسلام قبول کرنے کی تلقین کی، وہ مدینہ آئے اور اسلام لے آئے۔

ان دونوں واقعات سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کا کس درجہ خیال فرمایا کرتے تھے کہ وہ دوسروں کے اسلام لانے کا سبب بنتی تھیں، اور اپنے عدل وانصاف سے آپ نے وہ امن وامان قائم کیا کہ پرخطر راستوں میں جہاں مرد بھی تنہا جانے سے گھبراتے تھے عورتیں بلا خوف وخطر ان راستوں سے گذرنے لگیں۔

جب خواتین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مرد حضرات ہم پر غالب آگئے کہ وہ آپ سے قریب رہتے ہیں اور استفادہ کرتے ہیں ہم محروم رہتے ہیں، چنانچہ ہمارے لئے ایک دن خاص کردیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک دن متعین فرمایا جس دن آپ ان کو وعظ فرماتے، اور ان کے مسائل حل فرمایا کرتے تھے۔(مسند احمد:۶۹۸) اور خواتین اپنے مسائل معلوم کیا کرتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''انصار کی عورتیں بھی کیا خوب ہیں، شرم وحیا نے ان کو دین سیکھنے اور اس کی گہری سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکا۔''

(ابوداؤد: حدیث نمبر:۳۱۶)

یہ ہیں چند جھلکیاں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جن سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو ان کے مزاج و مذاق اور ان کی فطرت کی رعایت کرتے ہوئے اپنے حسن اخلاق اور لطف وکرم سے حصہ وافر عطا فرمایا اور ان کو ان کا وقار واعتبار واپس کیا جو زمانہ کے بے رحم ہاتھوں نے ان سے چھین لیا تھا، آج اس صنف نازم میں عفت وحیا کے جو نمونے اور اس کے جائز حقوق کے جو مطالبے بھی نظر آتے ہیں وہ اسی رحمت عالم، نبی امی کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے جس نے عورت کو یہ احساس دلایا کہ اگر تم نے خود کو پہچان لیا اور اپنی عزت خود کی تو نسل در نسل اس کا فیض جاری رہے گا۔ حالی نے اپنی مشہور نظم ''چپ کی داد'' میں اسی کی ترجمانی کی ہے۔

اے ماؤ! بہنو! بیٹیو! دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہیں، قوموں کی عزت تم
سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیاں، شہروں کی ہو آبادیاں
غمگیں دلوں کی شادیاں، دکھ سکھ میں راحت
تم سے ہے

ooo

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

ہمارا معاشرہ زنا جیسے جرم عظیم سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے؟

ہندوستان میں زنا کاری کے واقعات میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ چند روز قبل ہاتھرس میں ہوئے شرمناک واقعہ نے شریف لوگوں کی نیند حرام کردی جس میں ایک دلت لڑکی کی اجتماعی عصمت دری کرکے اس کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک کیا گیا کہ اس نے ہسپتال میں دم توڑ دیا۔ گزشتہ سال حیدرآباد میں ایک خاتون ڈاکٹر کی اجتماعی عصمت دری کرکے اسے زندہ جلا دیا گیا تھا اور سنبھل سے ۱۰ کیلومیٹر فاصلہ پر مرادآباد روڑ پر واقع سرسی نامی قصبہ میں ایک لڑکی کی عصمت دری کرکے اسے بھی زندہ جلا دیا گیا تھا۔ ۲۰۱۷ء میں لکھنؤ چنڈی گڑھ ٹرین میں بجنور کے قریب ہوئے ایک روزہ دار مسلم خاتون کے ساتھ جنسی استحصال کے واقعہ نے تو انسانیت کو ہی شرمسار کرڈالا تھا۔ ۲۰۱۲ء کے نربھیا واقعہ نے بھی پورے ہندوستان کے لوگوں کے سکون کو ختم کردیا تھا۔ گنتی کے صرف چند واقعات ہی عام لوگوں کے سامنے آتے ہیں ورنہ موجودہ دور میں روزانہ بے شمار لڑکیاں ظالموں کی ہوس کا شکار بنتی ہیں جو اپنی اور گھر والوں کی آبرو کی حفاظت ظالموں کے خلاف شکایت درج نہ کرنے میں سمجھتی ہیں۔ ایسے مواقع پر پولیس کے رویہ سے بھی لوگ ناراض رہتے ہیں کہ وہ وقت پر شکایت درج نہیں کرتی یا کاروائی کرنے میں اتنی تاخیر کرتی ہے کہ مجرموں کو فرار ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ یقیناً اب ہندوستانی قوانین کے مطابق ایسے مجرموں کو پھانسی کی سزا دی جانی چاہئے مگر عدالتی نظام میں بعض پیچیدگیوں کی وجہ سے مجرم یا تو چھوٹ جاتا ہے یا سزا کا فیصلہ اتنی تاخیر سے آتا ہے کہ اس سے عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ ایک بار پھر لوگ لڑکیوں کی حفاظت کا مطالبہ کرنے کے لئے سڑکوں پر ہیں۔ نیز یہ بات بھی مسلّم ہے کہ صرف چند مجرموں کو پھانسی دے کر اس مہلک بیماری پر قابو پانا آسان نہیں ہے۔ اسلام میں متعین سزا اور اس سے بچنے کی تدابیر پر عمل ہی اصل میں اس جرم عظیم کا سد باب ہے۔ آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھیں کہ زنا کیا ہے؟، زنا کے اسباب کیا ہیں؟، زنا کے اقسام کیا ہیں؟، اس جرم عظیم سے کیسے بچا جائے؟ اور اسلام میں زانی کی سزا کیا ہے؟

نکاح کے بغیر کسی مرد وعورت کا مباشرت (Intercourse) کرنا زنا کہلاتا ہے خواہ وہ طرفین کی اجازت سے ہی کیوں نہ ہو۔ اصل میں زنا نکاح کے بغیر مرد کی شرمگاہ کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونے کا نام ہے لیکن میاں بیوی کے علاوہ کسی بھی مرد وعورت کا ایک دوسرے کو شہوت کی نظر سے دیکھنا یا ایک دوسرے سے جنسی شہوت کی بات چیت کرنا یا ایک دوسرے کا تنہائی میں ملنا یا ایک دوسرے کو چھونا یا بوسہ لینا بھی حرام ہے۔ ان افعال کو بھی سارے نبیوں کے سردار حضور اکرمؐ نے زنا کی قسم قرار دیا ہے، اگرچہ ان افعال کی وہ سخت سزا نہیں ہے جو اصل زنا کی ہے۔ قتل، ظلم، جھوٹ، دھوکہ دھڑی اور چوری کی طرح زنا بھی ایک ایسا جرم عظیم ہے کہ تمام مذہب میں نہ صرف سختی کے ساتھ اس بڑے گناہ سے منع کیا گیا ہے، بلکہ زنا کرنے والے مرد وعورت کے لیے سخت سے سخت سزا بھی متعین کی گئی ہے۔ نہ صرف اسلام بلکہ عیسائی اور یہودی مذہب میں بھی اس جرم عظیم کے مرتکبین کی سزا رجم (سنگ باری) ہے۔ یہ ایسا بڑا گناہ ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ بڑی سزا کسی دوسرے جرم کی متعین نہیں کی گئی

کیونکہ دنیا کے وجود سے لے کر آج تک تمام انسانی معاشروں نے اس جرم عظیم پر نہ صرف لعنت بھیجی ہے بلکہ ایسے اعمال سے بچنے کی تعلیم بھی دی ہے جو زنا کی طرف لے جانے والے ہوں۔

انسانی فطرت بھی خود زنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے ورنہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے وہ جانوروں کی صف میں کھڑا ہو جائے گا۔ دنیا کی بقا بھی اسی میں ہے کہ زنا کو حرام قرار دیا جائے اور اس کے مرتکبین کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ تمام پرندوں، چرندوں، درندوں اور اللہ کی دیگر مخلوقات پر حکومت کرنے والے حضرت انسان محض جنسی شہوت کو پورا کرنے کے لیے یہ دنیاوی زندگی گزارنے لگے کہ جب چاہا اور جس سے چاہا لطف اندوز ہو گیا تو انسانی تمدن ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ مرد وعورت میں نکاح کے عمل کے بعد صحبت کے نتیجہ میں اللہ کے حکم سے اولاد پیدا ہوتی ہے، ماں باپ اسے اپنی اولاد اور مستقبل کا سہارا سمجھ کر ان کے لیے تمام دشواریوں اور پریشانیوں کو برداشت کرتے ہیں، ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرتے ہیں، نیز دوسروں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس کا بچہ یا بچی ہے تو رشتہ داری بنتی ہے اور پڑوس بنتا ہے، جس سے ایک دوسرے کے حقوق معلوم ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ایک معاشرہ بنتا ہے۔ اگر انسانوں کو بھی جانوروں کی طرح آزاد چھوڑ دیا جاتا تو انسانی تمدن کا خاتمہ ہو کر یہ دنیا بہت پہلے ہی ختم ہو چکی ہوتی۔

زنا بہت بڑا گناہ ہے: اسلام نے صرف زنا کو حرام نہیں قرار دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔ (سورۃ الاسراء:۳۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا کو فاحشہ قرار دیا ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۱۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے حیائی (فواحش) کے کاموں کے پاس بھی نہ بھٹکو، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی۔ سورۃ الاعراف آیت ۳۳ میں اللہ تعالیٰ فواحش یعنی بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دے کر ارشاد فرماتا ہے: کہہ دو کہ میرے رب نے تو بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی۔ سورۃ الفرقان آیت ۶۷ میں ایمان والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور وہ نہ زنا کرتے ہیں۔ جو شخص بھی یہ کام کرے گا اُسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن اُس کا عذاب بڑھا کر دوگنا کر دیا جائے گا۔ اور وہ ذلیل ہو کر اُس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ حدیث کی سب سے معتمد کتاب (بخاری) میں وارد احادیث میں سے چند احادیث پیش ہیں تاکہ موجودہ زمانہ میں پھیلتے ہوئے اس گناہ سے خود کا بچنا اور دوسروں کو بچانا ممکن ہو سکے۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: قیامت کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا، جہالت پھیل جائے گی۔ شراب پی جانے لگے گی اور زنا پھیل جائے گا۔ (بخاری) حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب زنا کرتا ہے تو مومن رہتے ہوئے وہ زنا نہیں کرتا۔ (بخاری) یعنی ایمان کی نعمت اُس وقت چھین لی جاتی ہے یا ایمان کا تقاضا ہے کہ کوئی بھی شخص زنا نہ کرے یا وہ شخص کامل مؤمن نہیں جو زنا کرے۔

زنا کے اسباب

(۱) نامحرم کو بلاوجہ دیکھنا: حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھوں کا زنا بدنظری ہے، اور کانوں کا زنا غلط بات سننا ہے، اور زبان کا زنا غلط بات بولنا ہے، اور ہاتھ کا زنا غلط چیز کو پکڑنا ہے، اور پیر کا زنا برے ارادے سے چلنا ہے، اور دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور پھر شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (بخاری)

(۲) غیر محرم کے ساتھ باتیں کرنا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں کو حکم دیا کہ اگر انہیں کسی وقت غیر محرم مرد سے گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اپنی آواز میں لوچ اور نرمی پیدا نہ ہونے دیں، اور نہ ہی الفاظ کو بنا سنوار کر باتیں کریں۔ ارشاد باری ہے: اور نہ ہی چبا کر باتیں کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ

تمنا کرنے لگے اور تم معقول بات کرو۔ (سورۃ الاحزاب:۳۲) عورت کی آواز اگرچہ ستر نہیں ہے، یعنی ضرورت کے مطابق عورت غیر محرم سے بات کرسکتی ہے مگر اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر عورت کی آواز میں کشش رکھی ہے۔ اسی لیے عورت کو فقہاء نے اذان دینے سے منع کیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے اس بات سے منع کیا کہ مرد اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کے سامنے نرمی سے بات چیت کرے جس سے عورت کو مرد میں دلچسپی پیدا ہوجائے۔ (النہایہ) اِن دنوں سوشل میڈیا کے زمانے میں غیر محرموں سے چیٹنگ کرنا، مختلف فوٹو شیئر کرنا اور آن لائن بات چیت کرنا کافی عام ہوگیا ہے، لیکن یہ بہت خطرناک بیماری ہے، اس سے اپنے بچوں اور بچیوں کو حتی الامکان محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے کیونکہ یہی وہ راستے ہیں جن کے ذریعہ ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں جن سے نہ صرف گھر اور خاندان کی بدنامی ہوتی ہے بلکہ آخرت میں بھی دردناک عذاب ہوتا ہے۔

(۳) تاخیر سے شادی: حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانو! جو تم میں سے جسمانی اور مالی استطاعت رکھتا ہے وہ فوراً شادی کرلے کیونکہ شادی کرنے سے نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت ہوجاتی ہے۔ (بخاری) اِن دنوں کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے شادی میں عموماً تاخیر ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیں حتی الامکان بچوں اور بچیوں کی شادی میں زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

(۴) اجنبی مرد وعورت کا اختلاط: حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے۔ (ترمذی) اسی طرح حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جب اجنبی مرد وعورت ایک جگہ تنہائی میں جمع ہوتے ہیں تو ان میں تیسرا شخص شیطان ہوتا ہے، جو اُن کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ (مسند احمد) اِن دنوں اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مشترک تعلیم کی وجہ سے اجنبی مرد وعورت کا اختلاط بہت عام ہوگیا ہے۔ نیز خواتین کا ملازمت کرنے کا مزاج دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔ خواتین یقیناً شرعی پابندیوں کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم کے ساتھ دنیاوی علوم حاصل کرسکتی ہیں، اسی طرح ملازمت اور کاروبار بھی کرسکتی ہیں۔ لیکن تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں رائج موجودہ تعلیمی نظام اور دفاتر میں کام کرنے والی بے شمار خواتین جنسی استحصال کی شکار ہوتی ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم اپنی بچیوں کو اعلیٰ تعلیم نہ دلائیں یا خواتین کا ملازمت کرنا حرام ہے، لیکن زمینی حقائق کا ہم انکار نہیں کرسکتے۔ اس لیے بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے لیے حتی الامکان محفوظ اداروں کو اختیار کریں کیونکہ بہر حال اس دنیا کو الوداع کہہ کر ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوکر دنیاوی زندگی کا حساب دینا ہے۔

زنا کاری سے بچنے کی اہمیت: حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن گرمی اپنے شباب پر ہوگی اور ہر آدمی کو بمشکل دو قدم رکھنے کے لیے جگہ ملے گی، مگر اس سخت پریشانی کے وقت بھی) سات قسم کے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے (رحمت کے) سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، اور اس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان ساتوں اشخاص میں سے ایک شخص وہ ہے جسے خوبصورت اور اچھے خاندان کی لڑکی بدکاری کی دعوت دے تو وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (بخاری) حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے اپنے دونوں ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (زبان) کی ضمانت دی یعنی حفاظت کی تو میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔ (بخاری) رشتہ سے قبل لڑکا اور لڑکی کا ایک دوسرے کو دیگر حضرات کی موجودگی میں دیکھنے اور حسب ضرورت بات کرنے کی شرعاً اجازت ہے، لیکن رشتہ کے بعد نکاح کے بغیر لڑکے اور لڑکی کا ساتھ سفر کرنا یا خلوت میں ملنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر نکاح ہوچکا ہے لیکن رخصتی نہیں ہوئی ہے تو دونوں کو ملنا اور بات چیت کرنا شرعاً جائز ہے۔

اسلام میں زانی کی سزا

سارے نبیوں کے سردار حضرت محمدؐ نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ بیان فرمایا کہ سورۂ النور (آیت ا سے ۹ تک) میں وارد حدِّ زنا اُس مرد وعورت کے لیے ہے جس نے ابھی شادی نہیں کی ہے اور زنا کا خود اعتراف کیا ہے یا چار گواہوں کی چند شرائط کے ساتھ گواہی سے زنا کا ثبوت ہوا ہے، یعنی اُس کو ۱۰۰ کوڑے ماریں جائیں۔ لیکن اگر زنا کرنے والا شادی شدہ ہے تو نبی اکرمؐ نے اپنے قول وعمل سے بتایا کہ اُس کی سزا رجم (سنگساری) ہے۔ صحابہ کرام نے بھی شادی شدہ شخص کے زنا کرنے پر رجم (سنگساری) ہی کیا۔ لیکن یہ ذمہ داری صرف اسلامی حکومت کی ہے، کسی شخص یا تنظیم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کو سنگساری کی سزا دے۔ ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے حد جاری نہیں کی جاسکتی ہے، ہاں مسلمان سے ایسا گناہ ہونے پر پہلی فرصت میں اسے توبہ کرنی چاہئے اور پوری زندگی اس جرم عظیم پر اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا اور گڑگڑانا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے اور آئندہ زنا کے قریب بھی نہ جانا چاہئے کیونکہ زنا کرنے والے شخص سے اللہ تعالیٰ بات بھی نہیں فرمائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اگر زنا سے سچی توبہ نہیں کی۔ ○○

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف تیس روپے اور سالانہ خریداری-/300 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گذارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کر سکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 205110100005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتہ میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں **Cantt. No. : 9415911511**

مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیمؔ

مساجد کے حقیقی کردار و عظمت رفتہ کی بحالی

اسلام جس صالح معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے، اس میں مساجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، انسانیت کی ہدایت، انسانی معاشرہ کی صلاح وفلاح اوراخروی نجات و کامرانی کے لئے جس نظام معاشرت کی ضرورت تھی قرآن حکیم اول اس کی توضیح و تشریح پر مشتمل ارشادات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم واسوۂ حسنہ کی روشنی میں مدینہ منورہ میں اس کا قیام عمل میں آچکا، صدر اسلام میں جومعاشرہ تشکیل پایااس کی اساس توحید ربانی ہے، یہ عقیدہ کفر وشرک اوراس سے جڑی ساری خرابیوں کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا ہے، مختلف مزاج وطبائع کے انسانوں کوایک مرکز پر جمع کرتا ہے، پھر وحدت افکار و وحدت تصورات اور وحدت اعمال کے ذریعہ محبت واخوت کی فضا بنتی ہے، یہ وہ اوّلین نظام اسلامی ہے جورہتی دنیا تک ساری انسانیت کے لئے نشان راہ ہے خاص طور پر مسلمان اس کے بغیر اسلامی خطوط پر کامیاب زندگی کا سفر طے نہیں کرسکتے، اور یہ صلاح افکار مساجد سے جلاء پاتے ہیں، بعثت مبارکہ سے پہلے کا معاشرہ (دور جاہلیت) اس سے محروم تھا، اس لئے صالح زندگی کا تصور بھی ناپید تھا، اس معاشرہ میں مشرکانہ رسوم ورواجات، خاندانی جاہلانہ روایات، توہمات وخرافات کا چلن عام تھا، صرف خواہشات نفسانی کی تکمیل انانیت، غرور وتکبر کمزور انسانوں کی تحقیر و تذلیل، حب جاہ و مال ہی مقصد حیات بن گیا تھا، دورِنبوت میں عبادات، تلاوت وتفہم قرآن، ذکر واذکار، دعا ومناجات مساجد کے اہم بنیادی مقاصد رہے ہیں، اس کے علاوہ انسانیت کی رشدوہدایت، دعوت وتبلیغ تعلیم و تربیت، بوقت ضرورت اسلام دشمن طاقتوں کی ایذا رسانی سے تحفظ کے لئے دفاعی صلاح ومشورے، آپسی نزاعات کے حل کی غرض سے رجوع ہونے والوں کی اسلامی خطوط پر تفہیم وتلقین اور عادلانہ فیصلوں کے نفاذ میں بھی مساجد کا اہم کردار رہا ہے۔ مسجد بیک وقت عبادت گاہ بھی تھی اور درسگاہ بھی ہرطرح کے اہم قومی و سماجی معاملات کی یکسوئی کا مرکز بھی، دفاعی معاملات کے لئے دارالشوریٰ بھی، تنازعات کے حل کے لئے عدالت العالیہ بھی مسلم و غیر مسلم وفود کی اجتماع گاہ وررہائش گاہ بھی وفود سے ملاقات کی نشست گاہ بھی، چونکہ اسلام فطری و عالمگیر مذہب ہے، اس لئے اسلام کومساجد کی ایسی ہی ہمہ گیریت مطلوب ہے، جہاں جہاں اسلامی مملکتیں وجود میں آئیں وہاں تو حکومتی سطح پرایسا نظام قائم ہونا چاہئے اور جو جمہوری ممالک ہیں ان کے مسلم شہریوں کو ہر دور میں مساجد کے نظام کو انہیں خطوط پر قائم رکھنے اور چلانے کی ضرورت ہے، محض پنجگانہ نمازوں اور جمعہ وعیدین کی جماعت کے قیام سے مساجد کے حقیقی مقاصد تکمیل نہیں پاتے، اسلام کا نظریۂ حیات بہت اعلیٰ وارفع ہے، اس نظریۂ حیات کی پابندی میں نماز کے قیام، عبادات کے اہتمام سے جہاں اللہ سبحانہٗ کی بڑائی و کبریائی، رفعت و عظمت دلوں میں راسخ ہوتی ہے، وہیں عاجزی و فروتنی، اتحاد و یکجہتی، مساوات و برابری، فرائض وذمہ داریوں کی اپنے وقت پر ادائیگی کی پابندی کا مزاج بنتا ہے، نظم جماعت سے امامت واقتداء کا فرق سمجھ میں آتا ہے، اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت دلنشیں ہوتی ہے، مسجد نبوی میں سیدنا محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے اور اولوالعزم حضرات اہل بیتؓ اطہار و اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اقتداء کرتے، ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم وفضل، تقویٰ و پاکیزہ نفسی، اخلاق وکردار، عادات و اطوار کے جس اہم منصب پر فائز تھے خاکدان گیتی پر ایسا کوئی نہ پیدا ہوا ہے نہ قیامت تک کوئی پیدا ہوسکتا ہے، علیٰ ہٰذا خلفاء رشادین رضی اللہ عنہم درسگاہ نبوت کے فیض یافتہ تھے، جن کی نیکی و صالحیت انسانیت کی نجات کی سچی تڑپ انسانوں کے درمیان کسی بھید بھاؤ کے بغیر عدل وانصاف وغیرہ جیسے اعلیٰ اوصاف کی بنا پر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ان کا مقام ومرتبہ ہے، اس لئے دینوی امور کی قیادت کے ساتھ نمازوں کی امامت کا فریضہ انجام دیا کرتے بعد ازاں مسلم ادوار حکومت میں حکام وقت ہی اکثر مساجد کے امام ہوا کرتے، دیگر عوام وخواص ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے اس لئے مساجد میں ایسے ائمہ کا انتخاب ہونا چاہئے جو علم وعمل، تقویٰ وطہارت، نیکی و پارسائی، تزکیہ وتصفیہ قلب، پاکیزگی نفس میں اپنے اسلاف کے حقیقی جانشین ہوں، ظاہری و باطنی کیفیات ہم آہنگ ہوں، قرآن مجید صحت کے ساتھ تلاوت کرسکتے ہوں کتاب و سنت کے علوم پر ایسی گہری نظر ہو کہ عوام الناس کو شرعی احکام سے واقف کرواسکیں، زندگی میں درپیش امور و مسائل کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کرسکیں، کسی خاص مسلک یا مشرب کی ترویج واشاعت وشدومد سے صرف اسی کی دعوت دینے کے بجائے کلمہ کی بنیاد پر سب کو جوڑے رکھنے کی دردمندانہ فکر کے حامل ہوں، بیک وقت امام وخطیب بھی ہوں، معلم ومربی بھی، مفتی و قاضی بھی، دردمندوں کے چارہ ساز، مصیبت زدگان کے مددگار بھی یہ وہ اوصاف ہیں جو خیر القرون کے ائمہ کرام میں بدرجہ اتم موجود تھے، خیر القرون سے مراد وہ زمانے جن کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون فرمایا ہے: **خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم۔** (صحیح بخاری:۳/۱۷۱، رقم : ۲۶۵۲) یعنی میرے زمانہ کے لوگ سب سے بہتر ہیں پھر اس کے بعد کے پھر اس کے بعد کے۔

مساجد کا منصب امامت دراصل معاشرہ کی امامت کا منصب طے کرتا ہے، اس سے مساجد کے علاوہ سارے نظام حیات میں امامت وقیادت کے مقام ومرتبہ کا تعین ہوتا ہے اور جو اس کے اہل ہوں وہی اس مقام کے مستحق بنتے ہیں اور جو مقتدی ہیں ان کو اپنی حیثیت سمجھ میں آتی ہے، اس لئے وہ اس منصب کے حامل کسی لائق ترین فرد کے انتخاب پر خوش رہتے ہیں پھر وہ راضی خوشی، دل وجان سے اس کی اطاعت کرتے ہیں، جہاں تک مساجد کے اہم کردار کی بات ہے، دور نبوت اور اس کے بعد خیر القرون میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے چنانچہ مسجد نبوی میں اسلام کی حقانیت و صداقت سے واقف ہوکر اسلام قبول کرنے کی غرض سے حاضر ہونے والے وفود سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات فرماتے، اسلام کے پیغام توحید اور اسلام کے حقیقی مشن سے ان کو روشناس کرواتے اور ان کے قیام کا انتظام بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خاص گوشہ میں ہوا کرتا، چنانچہ نجران کے ایک بڑے عیسائی وفد طائف کے مشرک وفد کو بھی مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا اور ان کی مہمان نوازی کا انتظام کیا گیا، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کی خاص ہدایت تھی کہ ان کے قیام کے لئے ایسی جگہ کا تعین ہو جہاں سے وہ نماز، تلاوت قرآن، ذکر واذکار، تعلیم و تربیت کے نظام کا جاگتی آنکھوں سے مشاہدہ کرسکیں۔

رشد وہدایت تعلیم وتربیت کے منصب پر فائز افراد کو دردمند، نرم خو، مشفق ومہربان ہونا چاہئے، اگر کبھی اس بات کی ضرورت محسوس ہو تو انتہائی نرمی اور نہایت دل سوزی اور مشفقانہ انداز میں سمجھائیں تا کہ پیغام حق ان کے دل میں اتر جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، رأفت ورحمت کا ایک اعلیٰ ترین بے مثال نمونہ تھے جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو وہ مخاطب کے دل میں گھر کرجاتی نتیجتاً وہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے اخلاق عالیہ سے متاثر ہوکر حق بات سننے اور قبول کرنے پر مائل ہوجاتا، چنانچہ اسلامی پیغام کی حقانیت سے متاثر ہوکر ایک بدو (دیہاتی) مسجد نبوی میں آئے اور مسجد کے ایک گوشے میں پیشاب کرنے لگے، مسجد میں موجود افراد مسجد کے تقدس کے پیش نظر ان پر برہم ہوگئے اور اس عمل سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے ان پر زیادتی کرنے لگے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خاموش کیا، حتی کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ ایک ڈول پانی بہادینے کی ہدایت فرمائی، تاکہ زمین پاک ہوجائے پھر نہایت نرم لب ولہجہ میں دیہاتی کو سمجھایا کہ مسجد اللہ سبحانہٗ کا گھر ہے جہاں ذکر واذکار اور نمازوں کا اہتمام ہوتا ہے، اس اعرابی کے عمل پر نہ تو کوئی ڈانٹ ڈپٹ فرمائی نہ ہی ناراضگی کا اظہار فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ بے ساختہ کہہ اٹھے: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۵۲۹)

مساجد کے اسلامی کردار میں ایسی کشش وجاذبیت ہے کہ غیر مسلم کسی نہ کسی بہانے مساجد کا رخ کرتے ہیں۔ خالی الذہن کئی ایک غیر مسلم مرد وخواتین اوقات نماز اپنے معصوم بچوں کے ساتھ مساجد کے باب الداخلہ پر ٹھہرے رہتے ہیں۔ ان کا یقین ہے کہ نمازی کچھ پڑھ کر جب ان پر دم کریں گے تو اس سے ان کو شفاء ہوگی، مصلی ان پر دم کرتے اور آگے بڑھ جاتے ہیں، اسلامی اخلاق کا تقاضا تو یہ تھا کہ انہیں مساجد کے اندر آنے کی دعوت دی جاتی، اکرام واحترام کے ساتھ ان کو بٹھایا جاتا اور بچوں پر دم کیا جاتا، اور ان کے احوال بھی دریافت کئے جاتے اور ان کو مدد بہم پہنچائی جاتی، ویسے بھی مساجد کے دروازے مسلم و غیر مسلم سب کے لئے کھلے رہنے چاہئے تاکہ غیر مسلم بھی مساجد کے روحانی منظر سے متاثر ہوسکیں، وضو وطہارت پاکیزگی صفائی وستھرائی کے نظام کے ساتھ نماز میں تلاوت قرآن اور نماز کی باجماعت ادائیگی کے منظر میں مقناطیسیت اور روحانی کشش ہے، اسلام کی طرف دعوت دینے کا یہ ایک موثر عملی نمونہ ہے اس سے ہم نے اپنے غیر مسلم بھائیوں کو محروم رکھا ہے۔ چنانچہ موجودہ حالات میں اس پر عمل کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

درسگاہ صفہ جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشہ میں کارگزار تھی، تعلیم وتربیت کے نظام اسلامی کا ایک بے مثال نمونہ تھی اس کے فارغین میں کئی ایک اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم علوم نبوت سے ضیاء بار اس کی روشنی سے ایک عالم کو منور کرتے رہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جتنے محدثین، فقہاء و مجتہدین ہیں سب کے سب اسی نبوی درسگاہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ اس درسگاہ میں ان کے بنیادی حوائج وضروریات کی تکمیل کا نظم تھا، چنانچہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس کا انتظام فرماتے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی۔ اسلام کے وسیع تر پیغام رحمت کے تعارف کے لئے مسجد نبوی میں خطبات جمعہ وعیدین کے علاوہ حسب ضرورت درپیش خاص احوال میں آپ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب فرماتے، مخصوص مجالس بھی منعقد ہوتیں، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت و تذکیر فرماتے، ایک مرتبہ خواتین نے بھی درخواست کی کہ ان کے لئے علاحدہ مجلس منعقد کی جائے تاکہ وہ اپنے مخصوص مسائل دریافت کرسکیں، تعلیم وتعلم ذکر واذکار کے لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جمع ہوتے چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے دو جماعتوں کو ملاحظہ فرمایا۔ ایک تلاوت قرآن، دعاء و مناجات میں مصروف ہے دوسری تعلیم وتعلم میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں بھی خیر پر ہیں اور فرمایا میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں: **و انما بعثت معلما فجلس معهم**۔ (سنن ابن ماجہ-۸۳، رقم:۲۲۹) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم وتعلم کے حلقہ میں تشریف فرما ہوگئے۔

مسجد نبوی خدمت خلق کا ایک اہم ترین مرکز بھی تھی جہاں سے انسانیت کی فلاح و بہبود اور ان کی معاشی و معاشرتی

ضرورتیں پوری ہوتی تھیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے قبیلہ مضر کے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے صرف کمبل یا عبایا سے جسم ڈھکے ہوئے تھے، اس منظر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مغموم ہوئے اور چہرۂ مبارک پر اس کے آثار جھلکنے لگے، نماز کا وقت ہو چکا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، بعد از اقامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی اور خطاب فرمایا۔ اپنے خطاب میں سورۂ نساء کی پہلی آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کی نسبت سے ساری انسانیت کے ایک اکائی ہونے کا تصور، خاندانی وایمانی نسبت سے ان کے حقوق کی ادائیگی کا پیغام ملتا ہے اور سورۂ حشر کی اٹھارہویں (۱۸) آیت بھی تلاوت فرمائی پھر فرمایا کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ اس ترغیب کے بعد دنانیر و دراہم، گندم، جو وملبوسات کے ڈھیر لگ گئے، اس طرح ان کی ضرورتوں کا سامان کیا گیا، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر سے بہت خوش ہوئے اور اس کے آثار سے چہرۂ انور دمک اٹھا، اسلامی معاشرہ کے یہ وہ انوار و برکات ہیں جن سے ایک منفرد معاشرہ تشکیل پاتا ہے، ایسے معاشرہ میں اپنے مالک وخالق اور پالنہار کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی، انسانی قلوب میں اس کی محبت اور اس کی خوشنودی ورضامندی کی چاہت کے چراغ ہمیشہ روشن رہیں گے، بندگان خدا کے سر عجز و نیاز، تذلل و بندگی، خودسپردگی کے جذبات واحساسات سے سرشار قلوب کے ساتھ اسی کے حضور سرنگوں رہیں گے، اپنے آرام و آسائش، عیش وعشرت سے کہیں زیادہ محروم انسانوں کی فکر دامن گیر ہوگی، غریبوں، محتاجوں اور یتامیٰ ومساکین اور غربت کی وجہ سے معصوم بچوں کی تعلیمی ضروریات کی کفالت زندگی کا جزء لاینفک ہوگا اور یہ دردمندانہ وچارہ سازانہ انسانی فکر مساجد کے مقاصد ہی سے جڑی ہوئی ہے، مسلم حکمرانوں یا مسلم مذہبی وسیاسی رہنماؤں خاص کر مساجد کے صدور و ذمہ داروں کا فریضہ ہے کہ وہ مساجد کو اسی نہج پر چلانے کی سعی کریں، ہندوستان بھر میں پرشکوہ مساجد تعمیر ہو چکیں اور تعمیر ہو رہی ہیں جو ظاہری شان وشوکت میں بے نظیر اور نادرۂ روزگار فن تعمیر کی عظیم شاہکار ہیں، ظاہری زیبائش وآرائش تو بہت خوب ہے لیکن مساجد اس بات سے شکوہ کناں ہیں کہ آبادی کے تناسب سے مصلیوں کی تعداد خاطر خواہ نہیں ہے۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

اور حقیقی نمازی جو اوصاف حجازی کے مالک ہیں ان سے بڑی حد تک مساجد خالی ہیں۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ کا یہ شعر بھی اس پس منظر کا عکاس ہے۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصافِ حجازی نہ رہے

مساجد کا حقیقی کردار زندہ ہو جائے تو بدامنی، بگاڑ وفساد، قتل وغارتگری سے معاشرہ کو نجات ملے گی، مسلم امت کی ادبار وپستی، ذلت وخواری، افلاس ونکبت، لاچارگی و زبوحالی کا علاج بھی اسی میں مضمر ہے، اس آیت پاک سے اس کو سمجھا جاسکتا ہے، مسلمان وہ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے۔ (حج:۴۱) اس آیت پاک سے مسلم سلطنتوں، ملی تنظیموں و مساجد کے ذمہ داروں سربرآوردہ اصحاب خاندان کو اپنے فرائض و ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا پیغام ملتا ہے۔ ان اصولوں پر اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ، معروف کی اشاعت، منکرات پر روک لگانے اور مساجد کے مطلوبہ کردار کو بحال کرنے سے امت مسلمہ کے لئے صلاح وفلاح کی راہیں کھلیں گی، لادینیت وارتداد، فسق وفجور، ظلم وجور کا اٹھنے والا سیلاب توڑ دے گا، ہندوستان کا جو موجودہ سیاسی منظرنامہ ہے وہ روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہے، مساجد کے حقیقی کردار وعظمت رفتہ کی بحالی سے خوشگوار نتائج کی امید کی جاسکتی ہے۔

○○○

اولاد کی مثبت اصلاح اور تربیت ضروری ہے

ریاض فردوسی

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تین شخص کہیں باہر جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاقاً پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس نے غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لیے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی۔ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے میں باہر لے جا کر اپنے مویشی چراتا تھا، پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا' جب میرے والدین پی چکتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہو گئی اور جب میں گھر لوٹا تو والدین سو چکے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔ میں برابر دودھ کا پیالہ لیے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا، تو ہمارے لیے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنا دے کہ ہم آسمان کو تو دیکھ سکیں''۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا؛ چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ اسی طرح باقی دو مسافروں نے بھی بارگاہ الٰہی میں اپنے نیک اعمال کو پیش کیا؛ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا اور وہ تینوں شخص باہر آ گئے۔ (اوکما قال ﷺ) اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو جو کام بہت زیادہ پسند ہیں ان میں والدین کی خدمت بھی شامل ہے۔

ماں باپ اپنی معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ اولاد کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے لاپروائی برتتے ہیں، یہی باتیں اولاد کی بے راہ روی، تباہی اور بربادی کے اسباب میں شامل ہوتے ہیں۔ بچوں کو جب والدین کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت ماں باپ اپنی خواہشات کی تکمیل میں سرگرم رہتے ہیں اور اس کو اولاد کے لئے قربانی کا نام دیتے ہیں۔ کام سے فرصت پا کر جب گھر آتے ہیں تو موبائل میں گم ہو جاتے ہیں۔ اپنا خالی وقت سوشل میڈیا پر گزارتے ہیں، واٹس اپ، فیس بک، ٹویٹر، انسٹراگرام وغیرہ پر اپنا قیمتی وقت گنواتے ہیں۔ اولاد سے کبھی کھل کر بات نہیں کرتے۔ ایک دوست کی طرح ان سے معاملات نہیں کرتے۔ بچوں کو لے کر کبھی بیٹھتے نہیں۔ ان کی باتیں توجہ سے نہیں سنتے ہیں۔ اگر اولاد سے کوئی غلطی ہو جاتی اور وہ سچ بول دیتا یا دیتی ہے تو والدین اسے سینے سے نہیں لگاتے کہ وہ سچ بول رہا یا بول رہی ہے بلکہ اسے سخت سزا دیتے ہیں، اور اگر جھوٹ بول کر وقتیہ بچ جاتا جاتی ہے تو اسے انعام یا کچھ نہیں کہتے ہیں، گویا اس کے اندر جھوٹ بولنے کی خوبی کا بیج بو دیتے ہیں۔ اگر باہر کہیں اچھے یا خراب دوستوں کے ساتھ ہے تو سب کے سامنے ہی اسے ذلیل کر دیتے ہیں۔ اگر بچہ سگریٹ یا کوئی غلط کام کرتے ہوئے پایا جاتا ہے تو اسے سب کے سامنے مارتے، پیٹتے، ذلیل اور شرمندہ کرتے رہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اولاد اور ماں باپ کے درمیان ایک communication gap بن جاتا ہے۔ جو اولاد کی بربادی کی سب بڑی وجہ بن جاتا ہے۔ بچیوں میں جنسی عریانیت، فحاشی، ان پر بے جا سختی، شک وشبہات اور بے انتہا آزادی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر گھر میں محبت، پیار اور ہمدردی نہیں ملے گا تو اس کی تلاش وہ باہر کریں گے، باہر انسانی شکل میں بھیڑیا

موجود ہوتے ہیں جو جی بھر ہمارے بچوں اور بچیوں کے کمسن جذبات کا فائدہ اٹھا کر ان کا خوب جنسی استحصال کرتے ہیں۔ سلطانہ ڈاکو نے مرنے سے پہلے اپنی ماں کو ہی اپنے ڈکیت ہونے کی وجہ قرار دیا اور کہا تھا کہ بچپن میں انہوں نے میرے پینسل چوری کو چھپا کر مجھے چوری پر اکسایا ہے، اور بعد میں میرے ہر برے کام میں میرا ساتھ دیا ہے۔ ان کی بے جا محبت نے مجھے تباہ و برباد کر دیا حتی کہ میں اب ذلیل موت مر رہا ہوں۔ یا تو ماں باپ بے جا محبت سے اولاد کو برباد کرتے ہیں یا اپنی بے تکی لاپرواہی سے اس کو تباہ کر ڈالتے ہیں۔ توجہ اور دیکھ بھال نہ کرنے سے پیڑ، پودے بھی مرجھا جاتے ہیں، ہم اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے اپنے بچوں کا مستقبل خود تباہ کر رہے ہیں۔ بچوں کو سونے کا نوالہ کھلائے لیکن ان پر نظر شیر سے بھی تیز رکھیں۔

والدین کو بھی اولاد کے مابین انصاف سے کام لینا چاہئے، ناانصافی کی زمین سے بغاوت ہی پیدا ہوتی ہے۔ سورہ لقمان میں حضرت لقمان کی بہت سی نصیحتوں کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنی اولاد کو عقیدہ توحید اقامت صلوٰۃ' امر بالمعروف و نہی عن المنکر ' صبر اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کے حوالے سے کی تھیں۔ والدین کو ہمیشہ بہترین انداز سے اولاد کی اصلاح کرنی چاہیے۔ خاص طور پر اولاد کی مشغولیات، تعلقات کا دائرہ اور دوست احباب پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔

صحیح مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ان کے والد انہیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام تحفے میں دیا ہے جو میرا تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اس جیسا تحفہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے واپس لو۔ اسی طرح سنن ابی داود میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو، اپنے بیٹوں کے حقوق کی ادائیگی میں برابری کا خیال رکھا کرو (کسی کے ساتھ ناانصافی اور زیادتی نہ ہو)۔

بیٹے پانچ قسم کے ہوتے ہیں، پہلے وہ جنہیں والدین کسی کام کو کرنے کا حکم دیں تو کہنا نہیں مانتے ایسے بیٹے نافرمان اور گنہگار ہیں، دوسرے وہ ہیں جنہیں والدین کسی کام کو کرنے کا کہہ دیں تو کر تو دیتے ہیں مگر بے دلی اور کراہت کے ساتھ، یہ کسی قسم کے اجر سے محروم رہتے ہیں۔ تیسری قسم کے بیٹے وہ ہیں جنہیں والدین کوئی کام کرنے کا کہہ دیں تو کر تو دیتے ہیں مگر بڑبڑاتے ہوئے، سُنا سُنا کر، احسان جتلا کر، بکواس بازی کر کر کے۔ یہ کام کر کے بھی گھاٹے میں ہیں اور گناہ ہی کماتے ہیں۔ چوتھی قسم کے وہ بیٹے ہیں جنہیں والدین کوئی کام بتا دیں تو خوش دلی سے کرتے ہیں، یہ اجر کماتے ہیں اور ایسے بیٹے بہت کم ہوتے ہیں۔ پانچویں قسم کے وہ بیٹے ہیں جو والدین کی ضرورتوں کے کام اُن کے کہنے سے پہلے کر دیتے ہیں، یہ خوش بخت بیٹوں کی نادر قسم ہیں۔ آخری دو قسم کے بیٹے، ان کی عمر میں برکت، رزق میں وسعت ان کے معاملات کی آسانی اور ان کے سینوں میں بڑی راحت اور وسعت کے بارے میں کچھ نا پوچھئے، یہ تو بس اللہ اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے۔ اللہ نے ماں اور باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ حُسن سلوک ماں، باپ کے سر پر ایک بوسہ لے لینے کا نام نہیں ہے، نا ہی ان کے ہاتھوں پر یا حتی کہ اُن کے پاؤں پر بوسہ لینے کا نام ہے۔ کہیں یہ کر کے ہم اس گمان میں نا پڑ جائیں کہ ہم نے ان کی رضا کو پا لیا ہے۔ حُسن سلوک یہ ہے کہ ہم اُن کے دل میں آئی ہوئی خواہش کو محسوس کرے اور پھر اُن کے حُکم کا انتظار کئے بغیر اس خواہش کو پورا کر دیں۔ حُسن سلوک یہ ہے کہ ہم یہ جاننے کی کوشش میں لگے رہیں کہ انہیں کونسی بات خوشی دیتی ہے اور پھر اُس کام کو جلدی سے کر ڈالیں، یہ جاننے کی کوشش کریں کہ انہیں کس بات سے دُکھ پہنچتا ہے اور پھر اس کوشش میں رہیں کہ وہ ہم سے ایسی کوئی چیز کبھی بھی نا دیکھ پائیں۔ اُن سے حسن سلوک یہ ہے کہ ان کا احساس ہو، تو ان کے لئے بات چیت کا وقت نکالنا ضروری ہو، انہیں کسی چیز کے کھانے پینے کی طلب ہو تو حاضر کر دینا ہو بھلے یہ ایک چائے کا کپ ہی کیوں نا ہو۔ حسن سلوک یہ بھی ہے کہ اُن کے آرام اور راحت کا خیال رکھیں۔

(باقی......صفحہ......34......پر)

مدارس اور علماء دین پر تنقید

سعید احمد الحسنی

کچھ لوگ دین کی بنیادوں کو کمزور کرنے و مدارس کے نظام اور علماء دین پر تنقید کا کام کر رہے ہیں، وہ تنقید اور اختلاف کے فرق سے بالکل نابلد ہیں، اختلاف تو صحیح اور غلط میں فرق کرنے کے لیے ہوتا ہے جب کہ تنقید کسی کو کمتر کرنے کسی کے جذبات سے کھیلنے کسی کو حقیر ثابت کرنے کسی کی توہین کرنے کسی کے علم کو چوٹ پہنچانے کا نام ہے، تو کچھ لوگ تنقید و تنقیص میں لگے رہتے ہیں، اور ان کا دین اور علماء دین کو بدنام کرنا پھر ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنا ہی جیسے ان کا مقصد رہ گیا ہے، چاہے وہ ایسا ناسمجھی کی بنیاد پر کررہے ہوں، یا کسی کے اشاروں پر کررہے ہوں، یا انجانے میں اسلام دشمن طاقتوں کے ذریعہ استعمال کیے جارہے ہوں، نقصان تو دین اور علماء دین کا ہوتا ہے، مدارس پر تنقید کرنا، اس کے نظام پر تنقید کرنا، اور ان میں دین کا کام کرنے والوں پر تنقید کرنا، اسی طرح مساجد میں ہونے والی تقاریر میں نقص نکالنا اور تنقید کرنا، مساجد کے منبروں سے دیے جانے والے خطبات میں نقص نکالنا اور تنقید کرنا، جیسے انکا مشغلہ منفی پہلو کو اجاگر کرنا ہی بن گیا ہے، وہ یہ نہیں سمجھتے یا سمجھنا نہیں چاہتے کہ اگر آج مدارس و مساجد نہ ہوتیں تو وہ دین سے بالکل نابلد ہوتے، اور اسلام سے دور ہوتے، دینی تعلیمات میں وسعت حاصل نہ کرسکتے، ہم دنیا میں آتے ہیں تو علماء اکرام سے ہی رابطہ کرتے ہیں، چاہے پیدائش کا معاملہ ہو، یا تعلیم و تربیت کا معاملہ ہو، یا شادی کا معاملہ ہو، یا کفن و دفن کا معاملہ ہو، ہماری پوری زندگی علماء کی مرہون منت ہے، لیکن اس کے بعد بھی اعتراض ہے کہ علماء دین نے کچھ نہیں کیا، ارے ان تنقید کرنے والوں اور منفی مضامین لکھنے والوں سے سوال کیا جائے کہ ان کی دین کے تعلق سے کیا خدمات ہیں؟ انہوں نے دین کے لیے کیا قربانیاں پیش کیں؟ اور انکو کس نے اس بات کا حق دیا کہ وہ علماء دین پر تہمت باندھیں، اور تحقیر کریں، وہ بھی سنی سنائی باتوں پر بنا تحقیق کرے! جو علماء دین پر تنقید کرتے ہیں اور دین کی غلط ترجمانی کرتے پھرتے ہیں، ان کو خدا تعالی سے ڈرنا چاہیے، اور کسی پر تہمت کے تعلق سے کسی کی باتوں کو کسی کے خیال کو کسی کی فکر کو بنا تحقیق کے صحیح نہ سمجھنا چاہیے، اگر صحیح ہے تو نقص کو ظاہر نا کرنا چاہیے، بلکہ یہ ذمہ داری ہے کہ اس نقص کو خاموشی کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہئے، لیکن یہ نہیں کرتے بلکہ ان نقائص کو ببانگ دہل بیان کرتے ہیں تاکہ جو علماء دین کا احترام ہے وہ کم ہوجائے، خدارا علماء دین کی عزت کریے، ان کے مشکور رہیے، اگر علماء دین نہ ہوتے وارثین انبیاء نہ ہوتے تو آج مدراس و مساجد کی کثرت نہ ہوتی، اسلام کا پیغام عام کرنے والوں میں اخلاص نہ ہوتا، دین کی صحیح رہنمائی و ترجمانی کرنے والے نہ ہوتے تو ہم بے راہ روی کا شکار ہوتے، دین الٰہی کے احکام سے ناواقف ہوتے، دین کے قلعے مخدوش ہوتے، تہذیب و تمدن سے خالی ہوتے، انسانیت سے محروم ہوتے، رحم دلی کے جذبہ سے دور ہوتے، صحیح اسلامی فکر سے ذہن کند ہوتے، اور جہالت کی تاریکی میں پڑے ہوتے، افسوس ہے کہ آپ کی علماء دین پر بے جا تنقید و تنقیص نے آپ کو اسی رخ پر لا کھڑا کیا ہے، کہ اپنی ہی تاریخ سے نا واقف ہیں، اور اپنے ہی علماء دین کی قربانیوں اور ان کی طرز زندگی سے ناواقف ہیں، دین کے تعلق سے ان کے اخلاص سے نا واقف ہیں، کیوں کہ آپ کا کام صرف بیٹھ کر نقص نکالنا اور تنقید کرنا رہ گیا ہے، برعکس اس کے کہ آپ دین کے سپاہی بنتے، دین کے قلعوں کے محافظ ہوتے، اسلام کا دفاع کرتے اور ایسی آہنی دیوار بنتے جس کو توڑنا ناممکن ہوتا، ایسا آئینہ بنتے جس میں اسلاف کی جھلکیاں دکھائی دیتیں، ایسی تاریخ پیش کرتے جس پر ہماری آنے والی نسلوں کو فخر ہوتا، ایسے کارنامے انجام دیتے جس میں

صدیقین و صالحین اور شہداء کا عکس پایا جاتا، بہادری کا ایسا جذبہ سامنے لاتے جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہو جاتی، اور موسی بن نصیر فاتح افریقہ، طارق بن زیاد فاتح اندلس، محمد بن قاسم فاتح سندھ، سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس، اور محمد الفاتح فاتح قسطنطنیہ، جابر ابن حیان بابائے کیمیا، ابراہیم الفزاری ماہر فلکیات و ریاضی، ابو یوسف یعقوب ابن اسحاق الصباح الکندی بابائے فلسفہ، ابن سینا مفکر و بابائے جدید ادویات، جنہوں نے ایسے لرزہ خیز کام پیش کیے جنہوں نے عقلوں کو حیران و ششدر کر دیا، باطل کا وجود پاش پاش کر دیا، ظلم کی جگہ انصاف لائے، نفرت کی جگہ محبت آ گئی، حیوانیت کی جگہ انسانیت آ گئی، بیماری کی جگہ صحت مندی نے لے لی، جہالت کی تاریکی کی جگہ علم کا چراغ مکمل آب و تاب کے ساتھ روشن ہو گیا، خدا کی وحدانیت اور دین الٰہی سے محبت و الفت ظاہر ہونے لگی، یہ تھے وہ لوگ جن کا ہم احترام سے نام لیتے ہیں، یہ ہیں وہ لوگ جو ہمارے لیے باعث عزت اور بہترین مثال ہیں، یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیا کو اپنے علم و بہادری سے فتح کیا، یہ ایسی مثالیں جن سے ہم پھر عزت و سربلندی حاصل کر سکتے ہیں، لیکن ہم اس کے برعکس عمل میں مصروف ہیں ہم کو دین سے زیادہ اپنی ذات سے محبت ہے، خودغرضی میں زیادتی تو اخلاص میں کمی ہے، حلال و حرام میں بے احتیاطی ہے، آپس میں محبتوں کی جگہ عداوتیں ہیں، ہمدردی کی جگہ نفرت ہے، علم کی جگہ جہالت ہے، احترام کی جگہ بے احترامی ہے، دین داری کی جگہ بے دینی ہے، اس کے بعد ہم اللہ تبارک تعالی سے مقبولیت کی امید رکھتے ہیں، نصرت و فتح کو اپنا حق سمجھتے ہیں، جب کہ دین کی بنیادوں کو کھوکھلا کرتے ہیں، علماء دین سے بیزار رہتے ہیں، نماز کو رسم تو حج کو تفریح سمجھتے ہیں، تو اللہ کی مدد کیسے آئے گی، دعائیں کیسے قبول ہوں گی، مقبولیت کیسے حاصل ہوگی، رزق میں برکت کیسے ہوگی، علم میں اضافہ کیسے ہوگا، اخلاص کہاں سے پیدا ہوگا، دین کی برتری کا جذبہ کیسے وجود میں آئے گا، اس کے لیے ضروری ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزاریں علماء دین پر تنقیدیں بند کریں، ان کی رہنمائی حاصل کریں، انکی عزت کریں، اور دین کی صحیح ترجمانی کریں، منفی پہلو سے مثبت پہلو کی طرف آئیں، اور دین کی قوت بنیں، تو پھر سے ہم میں موسی بن نصیر فاتح افریقہ، طارق بن زیاد فاتح اندلس، محمد بن قاسم فاتح سندھ، محمد الفاتح فاتح قسطنطنیہ، سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس، جیسے سپہ سالار و اسلام کے محافظ وجود میں آئیں گے، اور دین کی حفاظت کریں گے، اور مساجد و مدارس و مکاتب کے سپہ سالار بنیں گے، (ان شاء اللہ) اللہ تبارک و تعالی تمام مسلمانوں کی ہر شر و فتن اور مصائب سے حفاظت فرمائے، اللھم آمین یا رب العالمین۔

OOO

بقیہ..........اولاد کی مثبت اصلاح اور......

بھلے اس کے لئے اپنی راحت کو ہی کیوں خیرآباد کہنا پڑے۔ اگر ہماری دوستوں میں شب بیداری انہیں شاق گزرتی ہے تو ہمارا جلدی سو جانا بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہی ایک اہم مثال ہے۔ حسن سلوک یہ بھی ہے کہ ان کی خاطر اپنی دعوتیں ضیافتیں چھوڑ دیں، اگر اس سے ہمارا اُن کے ساتھ میل جول متاثر ہوتا ہے تو ایک مناسب ریسٹورنٹ پر ان کے ساتھ کھانا، حج وعمرہ میں ان کی راحت کے پیش نظر اچھے ہوٹل میں ان کے قیام کا بندوبست، حتی کہ کہیں چھوٹی موٹی تفریح اور پکنک جو ہمارے والدین کے دل کو سرور دے اور وہ اپنی اس عمر میں بھی خوشی کا احساس پائیں۔ حسن سلوک یہ بھی ہے کہ والدین ہمارے مال سے مستفیض ہو رہے ہوں بھلے وہ خود کیوں نہ مالدار ہوں اور ہمارا یہ جانے بغیر کہ ان کے پاس اب کتنے پیسے ہیں اور انہیں ضرورت ہے بھی یا کہ نہیں ہم ان پر خرچ کرتے رہیں۔ حسن سلوک یہ بھی ہے کہ تو ان کی حتی المقدور راحت تلاش کرتے رہیں۔ انہوں نے ہماری ولادت سے اب تک جو کچھ خدمت کر دی ہے، اس کو کافی سمجھے اور اب ان کے احسانات کے بدلے میں کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے۔ حسن سلوک یہ بھی ہے کہ ہم ان کے لبوں پر کسی طرح بھی ہنسی لاتے رہیں، ہمیں کیوں نہ مسخرہ بننا ہو یا بھلے ہی ہم اپنی نظروں میں کیوں نہ مسخرے لگ رہے ہو۔

OOO

سمیہ نفیس، بسواری، کڑا

مہاسے

مہاسے، یہ ایک قسم کی پھنسیاں ہیں جو عام طور پر سن بلوغ اور عنفوان شباب میں نکلتی ہیں، پھر رفتہ رفتہ یہ کم ہوجاتی ہیں، لیکن بعض دانے ایسے ہوتے ہیں جن سے پس نکلتا ہے، پیپ خارج ہوتی ہے، اور بعض دانے ایسے ہوتے ہیں جن میں کیلیں پڑجاتی ہیں۔

ماہیت : بعض افراد کے چہرے کی جلد قدرتی طور پر روغن رکھتی ہے، اس قسم کی جلد کی ساخت کھردری ہوتی ہے، مسامات غیر معمولی طور پر بڑے ہوتے ہیں، جن میں روغنی مادہ پایا جاتا ہے، اکثر ان کے اندر کیلیں ہوتی ہیں۔

اسباب : (۱) چہرے کی جلد کا روغنی اور چکنی ہونا۔ (۲) چربی اور روغنی والی غذاؤں کا بکثرت استعمال۔ (۳) چائے، کافی، قہوہ اور شکر کا زیادہ استعمال۔ (۴) ہاضمہ کی خرابی۔ (۵) مرچ، مصالحہ، چاٹ، چاؤمن اور فاسٹ فوڈ کا زیادہ استعمال۔ (۶) پانی کا کم پینا۔

علامات : ☆ چہرے پر مختلف سائز اور شکل کی پھنسیاں اور دانے نمودار ہوتے ہیں۔ ☆ بسااوقات پھنسیوں میں پیپ پڑنے سے زہریلے زخم ہوجاتے ہیں۔ ☆ چہرہ بدرونق ہوجاتا ہے۔

مضرات : یہ مہاسے اگرچہ قدرتی ہوتی ہیں، ان کا تعلق نمود شباب سے ہے، مگر سماج وسوسائٹی میں ان کے بے جا اثرات پڑتے ہیں، بالخصوص ہماری بہت سی بہنیں دماغی انتشار میں پڑجاتی ہیں، شرمندگی لاحق ہوتی ہے، بسااوقات سوسائٹی سے الگ تھلگ رہنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ذہنی پریشانی کے نتیجہ میں ہروقت پھنسیوں کو توڑنے، نوچنے اور کیلوں کے نکالنے میں لگی رہتی ہیں، غیر ارادی طور پر مہاسوں کو انگلیوں سے چھیڑنے میں مصروف رہتی ہیں، اس سے جلد کو مزید نقصان پہنچتا ہے، زیادہ تر چہروں پر داغ دھبے انگلیوں کے ذریعہ چھیڑ چھاڑ سے پیدا ہوتے ہیں یہ ضروری ہے کہ اگر کیلیں بآسانی نکالی جاسکیں اور آس پاس کی نسیجوں کو نقصان اور گندنہ پہنچے تو انہیں نکال دینا ہی بہتر ہے، لیکن جب دانے زیادہ سخت اور کچے ہوں تو ان کو چھیڑنا نہ چاہئے، بلکہ مناسب تکمید (سنکائی) سے نرم کرلینا چاہئے۔

علاج و تدابیر : مہاسوں کے علاج میں عام جسمانی صحت اور حفظان صحت دونوں کو زیر نظر رکھنا ضروری ہے، صاف صفائی، غسل اور چہرے کے دھونے کا اہتمام کرنا چاہئے، مرچ، مصالحہ، تلی بھونی چیزوں اور فاسٹ فوڈ سے پرہیز کرتے ہوئے، ہری سبزیوں اور تازہ پھلوں کا استعمال بڑھانا چاہئے، روزانہ کم از کم چھ سات گلاس پانی پینا چاہئے، ہاضمہ کی اصلاح کا خیال رکھتے ہوئے ہرحال میں قبض نہ ہونے دینا چاہئے۔

جن غذاؤں سے مہاسے بڑھ جاتے ہیں، مثلاً چربی، روغن والی غذائیں، گرم مغزیات چائے، کافی، گوشت اور شکر وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہئے یا بالکل ترک کردینا چاہئے، چہرے پر روغن کی قسم کی چیزیں لگانے سے احتیاط کرنا چاہئے، کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنے چہرے پر مزید روغن کا بار ڈال رہی ہیں۔

بھاپ سے علاج: صابن اور پانی کے ذریعہ اپنے منھ اچھی طرح دھولیں، اس کے بعد ایک برتن میں گرم پانی ڈالیں اور ایک صاف تولیہ لے لیں، صاف سے مراد وہ تولیہ ہے جو خوب گرم کھولتے پانی میں ابال کر سکھایا گیا ہو، اور اس کے بعد استعمال میں نہ لایا گیا ہو۔

(باقی............صفحہ......42......پر)

میں نے کیوں اسلام قبول کیا؟

بحوالہ روزنامہ منصف حیدرآباد

ایک پروٹسٹنٹ عیسائی کے قبول اسلام کی کہانی

میرا نام پرویز مسیح بابو مسیح ہے، بابو مسیح میرے والد صاحب کا نام ہے۔ میری پیدائش ۱۹۶۴ء میں پاکستان کے سیالکوٹ میں ہوئی۔ سیالکوٹ پاکستانی پنجاب میں واقع ہے۔ ہمارا پورا خاندان اسی خطے میں آباد ہے۔ ہم کل نو بہن بھائی ہیں جن میں میرا نمبر تیسرا ہے۔ مجھ سے بڑے میرے ایک بھائی اور ایک بہن تھی۔ اب وہ دونوں اس دنیا میں نہیں رہے۔ میرا بچپن، لڑکپن اور جوانی کا پہلا دور سیالکوٹ ہی میں گذرا۔ میری ابتدائی تعلیم ایبٹ آباد کے ایک مشنری اسکول میں ہوئی۔ ایبٹ آباد اسلام آباد کے قریب قدرتی مناظر سے پُر ایک خوبصورت علاقہ ہے۔ مجھے اس بات کا شدید افسوس رہا ہے کہ پرائمری سے آگے میں اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکا۔ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ ہم نو بہن بھائی تھے اور مجھ پر ان کے نان، نفقہ کی ذمے داری تھی، لہٰذا میں نے تعلیم منقطع کرنے کا فیصلہ کیا۔ پرائمری تعلیم کے دوران میں درزی کا کام سیکھنے جایا کرتا تھا پھر جب پڑھائی چھوٹ گئی تو میں نے تین چار سال تک محنت اور لگن سے اس کام کو سیکھا۔ ۱۹۸۳ء میں میری شادی ہوئی۔

میں ایک پروٹسٹنٹ عیسائی تھا اور پاکستان میں عیسائی پوری آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کا حق رکھتے ہیں۔ وہاں کافی تعداد میں چرچ بنے ہوئے ہیں اور عیسائیوں کو وہاں مسلمانوں سے کسی قسم کا پرابلم نہیں ہے۔ میرے آس پاس والے عیسائی بہت کم پڑھے لکھے ہیں۔ پاکستانی پروٹسٹنٹ چرچوں میں نہیں جاتے بلکہ وہ اپنے گھروں میں ہی سارے رسوم ادا کرتے ہیں یا پھر چند مخصوص حالات میں کھلے میدانوں میں عبادت کے پروگرام کرتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ پاکستان میں جو چرچ ہیں وہ کیتھولک طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیتھولک چرچوں میں دو مورتیاں بنی ہوتی ہیں، ان میں سے ایک ماں مریم کی ہے تو دوسری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ ان دونوں کے آگے دعا کی جاتی ہے۔ ان دونوں مورتیوں پر دوپٹے لگے ہوتے ہیں اور جب کوئی خاص دن آتا ہے تو وہ ان پر دو دو پٹے اور ڈال دیتے ہیں۔ کیتھولک مریم علیہا السلام کو ترجیح دیتے ہیں اور پہلے ان کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ مریم علیہا السلام، مسیح علیہ السلام سے ان کی سفارش کریں گی۔ جب کہ پروٹسٹنٹ مریم علیہا السلام کو مانتے ہی نہیں۔ ان کے نزدیک مریم علیہا السلام کا صرف اتنا کام تھا کہ وہ مسیح علیہ السلام کو جنم دیں پھر وہ دنیاداری میں لگ گئیں۔ ان کے مطابق ان کی اور بھی اولاد تھی جن کی پرورش میں وہ مشغول ہوگئیں۔

پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ جو شخص خلوص دل سے خود کو جیسس کے سپرد کردے تو اس کو اپنے گناہوں سے توبہ کرلینا چاہئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ چرچ کا پاسٹر اور اس کے ذمہ داروں میں سے دو ایک کا ایک اجتماع رکھا جاتا ہے جس میں تمام تائبین کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور انہیں بہتے پانی میں لے جایا جاتا ہے جس میں انہیں سر تک یا کم از کم ناک تک تین بار ڈبویا جاتا ہے (اگر بہتا پانی میسر نہ ہوتو صاف و شفاف تالاب میں بھی یہ عمل ممکن ہے) اس طرح کرنے سے ان کے عقیدہ کے مطابق ان کے پرانے گناہ دھل جاتے ہیں اور وہ باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام پر ایک نئی زندگی کا عہد کرتے ہیں۔ اس عمل کو بپتسمہ کہا جاتا ہے۔ جوانی میں بپتسمہ لینے کو اچھا سمجھا جاتا ہے ورنہ پوری زندگی میں کم از کم ایک بار ہی سہی ان کے عقیدہ کے مطابق آدمی کو پانی سے بپتسمہ لینا چاہئے۔ ۱۹۸۲ء میں میں نے بھی بپتسمہ لیا تھا۔ کیتھولک عیسائیوں کے پاس پانی میں

بپتسمہ نہیں لیا جاتا بلکہ ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور اسے گود میں لیا جاتا ہے تب اسے چھوکر اس کا بپتسمہ لیا جاتا ہے۔

پروٹسٹنٹ کے پاس جو بائبل ہے وہ نسبتاً بہت چھوٹی اور بہت مختصر ہے اس بائبل سے جو کیتھولک فرقے کے پاس ہے۔ اس میں (جو کیتھولک کے پاس ہے) اکبر بادشاہ اور سکندر اعظم کی بھی داستانیں درج ہیں۔ پروٹسٹنٹ کی بائبل میں ٦٦ صحیفۃ الانبیاء اور باقی مشہور اناجیل ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں پروٹسٹنٹ فرقے میں گروپ بندی اور پارٹی بازی زیادہ ہے۔ ادھر کویت میں بھی بہت ساری پروٹسٹنٹ فیملی رہتی ہیں۔ ان کے متعدد چرچ بھی یہاں موجود ہیں، وہ بھی کئی ایک گروپ میں بٹے ہوئے ہیں۔

عیسائیوں میں عبادات کا وہ باقاعدہ نظام نہیں ہے جس کا تصور اسلام میں پنج وقتہ باجماعت نماز، رمضان کے روزے، زکوٰۃ اور حج کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ کتنا اچھا لگتا ہے جب آدمی عبادت کی تیاری کرتا ہے تو پہلے دل میں نیت کرتا ہے پھر پاک وصاف ہوکر باوضو ایک امام کے پیچھے صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ ہر باضمیر انسان، جو دنیا کے مذاہب پر غور کرتا ہے یا ملے جلے معاشرے میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے جب ان کے طور طریقوں کا اسے علم ہوتا ہے تو اس کے اندر کا انسان ٹھوکا دیتا ہے اور اسے اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اپنے خول سے باہر نکلے اور دل کے بند دروازے کھول کر باہر کی دنیا کا نظارہ کرے اور جان لے کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے؟ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اس طرح سے غور وفکر کی دعوت ہر انسان کا ضمیر دیتا ہے۔

میری عمر اب تقریباً پچاس سال ہے، یہ میرا اپنا تجربہ ہے میرے اندر کا انسان یعنی میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے اور جو انسان بھی صحیح ہوگا اس کا ضمیر اسے جھنجھوڑے گا کہ اپنے دائرے سے نکل کر سچائی کی تلاش کرے، میرے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی ہوا، آج سے تقریباً اکیس سال پہلے میں روزی روٹی کمانے کے سلسلے میں پہلی بار سعودی عرب کے پایہ تخت ریاض پہنچا۔ دو سال تک میں نے وہاں کام کیا۔ جب تک میں سعودیہ میں تھا، میرے سارے ساتھی مسلمان تھے، انہیں کے ساتھ میرا صبح وشام اٹھنا بیٹھنا تھا اور کئی بار ایسا بھی ہوا کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ جمعہ کے دن مسجد میں حاضری دیتا، مجھے اس وقت بسم اللہ کے سوا کچھ نہیں آتا تھا لیکن میں نے اس سال اپنی پوری زندگی میں پہلی بار رمضان کے پورے تیس روزے بھی رکھے تھے جب تک سعودی عرب میں قیام رہا میری کبھی کسی عیسائی سے ملاقات نہیں ہوسکی اور نہ وہاں کوئی ایسا مکان مجھے نظر آیا جہاں عیسائی اپنی عبادات کے لئے جمع ہوتے ہوں، یہ ١٩٨٩ء کی بات ہے۔ میں اسلام سے قریب تھا لیکن میں نے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہاں میرے کفیل مساعد محمد المدلج تھے۔ یہ مجھ سے بہت پیار کرتے تھے، غیر مسلم ہونے کے باوجود وہ میرا احترام کرتے۔ جب بھی ملتے بڑی چاہت سے ملتے اور بڑی اپنائیت سے بات کرتے تھے۔ وہ مجھے اسلام کی تعلیم دینے کی کوشش کرتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ وہ مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر لے جاتے اور مجھے اسلام کی دعوت دیتے وہ مجھ سے کہا کرتے کہ پرویز تم اسلام قبول کرو، وہ کہا کرتے تھے کہ اس سلسلے میں تمہیں جو بھی مشکل درپیش ہوگی انہیں دور کرنے میں میں تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں، مگر میں ان کی اس دعوت کو ٹالتا رہا، میرے دل میں آتا تھا کہ یہ مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں، پیسوں کا لالچ دے کر لوگوں کو مسلمان بنالیتے ہیں مگر یہ بات بھی نہیں تھی کہ میں اس پہلو سے سوچا نہیں کرتا تھا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں اسلام کی حقانیت کے بارے میں بہت سوچا کرتا تھا گھنٹوں غور وفکر کرتا تھا پھر جب میں کویت پہنچا تو یہاں بھی میرا اٹھنا بیٹھنا مسلمانوں ہی کے ساتھ رہا ہے۔ وہ بھی مجھے اسلام کی دعوت دیتے رہے۔

میں نہیں جانتا کہ قبول اسلام سے پہلے میرے اندر جو تبدیلی رونما ہوئی اور میرے دل میں اپنے مذہب کے عقائد اور عبادات کے سلسلے میں جو منفی تاثر پیدا ہوا ہے، وہ نفرت ہے یا کراہت ہے لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انسان جب تک کسی چیز کی حقیقت کو جان نہیں لیتا تو وہ جانے انجانے اس میں ملوث رہتا ہے۔ اور انسان سچائی کو اسی وقت پاسکتا ہے جب اس کے دل کی آنکھ کھل جائے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سچائی اگر سمجھ میں آ بھی جائے تو انسان ہزار کوشش کرلے لیکن جب

تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہوتا اس وقت تک وہ اس کو قبول نہیں کرتا، باوجود اس کے کہ میں اسلام اور مسلمانوں سے بہت قریب تھا مگر سچے دل سے میں نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے جسے اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ اپنے بندوں تک پہنچانے کا انتظام کیا تھا۔

اسلام ایک صاف ستھرا دین ہے۔اس کی تعلیمات نہایت واضح ہیں۔ اگر کوئی اسلام کو مسلمانوں کے اخلاق اور ان کے سلوک سے جاننے کی کوشش کرے گا تو اسے مایوسی ہوگی۔ کیونکہ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میرا اٹھنا بیٹھنا زیادہ کر پاکستانی مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تھا لیکن میں ان کے کردار سے مطمئن نہیں تھا، اس لئے اگر کوئی اسلام کو جاننا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی تعلیمات کی طرف توجہ کرلے۔ اسے اسلام کا حسن نمایاں طور پر نظر آئے گا۔ وہ اسلام کو اس کے اصل مآخذ سے حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ حقیقی اسلام سے روشناس ہوسکے۔

جہاں تک اسلام قبول کرنے کا تعلق ہے، میں اپنے دوستوں سے اس کے بارے میں سنا کرتا تھا، کتابوں کا مطالعہ بھی کیا کرتا تھا۔ میرے دل میں تو اسلام گھر کر گیا تھا مگر مجھ میں ہمت نہیں ہو پارہی تھی کہ آگے بڑھ کر اس کو قبول بھی کرلوں۔ میں ڈرتا تھا کہ میرے ماں باپ، بھائی بہن اور بیوی بچے ہیں اس لئے اپنے مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کا تصور کرنا بھی میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ آخر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ اتنے سارے بندھنوں کو توڑ کر میں ایک نیا رشتہ گلے سے لگالیتا۔ لیکن اب سوچتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ اب یہ میرے لئے ممکن کیسے ہوگیا؟ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ ہے۔

بات یہ ہے کہ میں گردے کی شدید تکلیف میں مبتلا تھا، ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ حالت بہت نازک ہے، لہٰذا آپریشن ضروری ہے پھر انہوں نے سیریس کنڈیشن کا حوالہ دے کر ۶/جون ۲۰۱۳ء جمعرات کے دن مجھے ایڈمٹ کیا اور ۱۲/جون کو میرا ایک میجر آپریشن عمل میں آیا، ایڈمٹ کئے جانے کے بعد آٹھ سے دس دن تک مسلسل میں یہی سوچتا رہا ”کہ میری عمراب کافی ہوچکی ہے، اگر میں پہلے ہی اسلام قبول کرلیتا تو کتنا اچھا ہوتا“ کیونکہ پاکستان میں میرے بچے (دو بیٹے اور دو بیٹیاں) مجھے پیچھے چھوڑتے ہوئے پہلے ہی اسلام کی آغوش میں آچکے تھے۔ بڑی بیٹی کی مسلمان گھرانے میں شادی ہوچکی ہے، چھوٹی بیٹی جامعہ میں تعلیم پارہی ہے اور مزید دو سال اسلام کی تعلیم لینے کا ارادہ رکھتی ہے اور ایک بیٹا بھی اسلامی کورس کررہا ہے، ان کا کہنا ہے کہ پہلے اسلام کی تعلیم تو حاصل ہو دنیاداری بعد میں دیکھی جائے گی۔ اسکول میں دی جانے والی لازمی اسلامی تعلیم سے متاثر ہوکر انہوں نے اسلام قبول کرلینے کا فیصلہ کیا تھا۔اس کے علاوہ ہم پاکستان میں جہاں رہتے ہیں وہ پورا محلّہ مسلمانوں کا ہے، گھر کے پیچھے ہی مسجد ہے میرے پڑوس میں رہنے والوں نے ہمیں کبھی تنگ نہیں کیا بلکہ خوشی اور غم میں وہ برابر شریک رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے اسلام کی جانب پہلے سے ان کا رجحان رہا ہے۔

بہت سال پہلے ہی میری بیوی اس دنیا کو چھوڑ کر جاچکی ہے، اس وقت میرے بچے بہت چھوٹے تھے۔ گھر کی خوشیاں انہیں کم ہی نصیب ہوئی، اور پھر میں بھی روزی روٹی کے بہانے کئی سال سے گھر سے دور رہا ہوں۔ یہ اچھا ہوا کہ انہیں ایک معلم ملے جن کا نام قاری ریاض احمد ہے۔ انہوں نے میرے بچوں کی کافی حمایت کی اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر تم گھر بار چھوڑ کر میرے پاس آنا چاہو تو بھی آسکتے ہو، میں (انشاء اللہ) تمہاری ساری ضروریات پوری کروں گا۔

بچوں کو قبول اسلام کی خبر مجھے ملی تو میں کشمکش میں مبتلا ہوگیا۔ مجھے یہ بات نہ جانے کیوں نہیں پسند آئی؟ اس سے میری طبیعت میں کڑواہٹ سی بھر گئی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ میں فون پر ہی انہیں کوستا اور برا بھلا کہتا۔ میں ان کے اس عمل سے اتنا ناراض تھا کہ دو دو مہینے بات نہیں ہوتی تھی۔ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ میں نے اپنے بڑے بیٹے کو جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی۔

ایک طرف یہ حالات تھے اور دوسری جانب میں اپنے بارے میں سوچتا تھا کہ میں ایسا کیوں کررہا ہوں اور کبھی کبھی مجھے رونا بھی آتا تھا کہ آخر وہ میرے بچے ہیں، اگر انہوں نے اسلام قبول کرہی لیا ہے تو کیا ہوا، میں بھی تو اسلام سے متاثر ہوں اور میں نے بھی تو اسلام کو اپنے دل میں جگہ دی تھی اور اسلام لانے کا ارادہ کیا تھا، جب یہ خیال آیا تو میں چپ ہوگیا اور اسے تقدیر کا فیصلہ جان کر خاموش ہورہا۔

درحقیقت بچوں کے اسلام لانے کے بعد میرے اسلام کا راستہ اور آسان ہوا تھا۔ ویسے تو میں مسجد یا اسلامی لیکچرس میں جاتا ہی تھا۔

آپریشن کے بعد میرا اسلام لانے کا ارادہ پختہ ہوگیا۔ اسپتال میں رہ کر دس دن تک یہ سوچ رہا تھا کہ اگر میں مرگیا تو کہیں میرا حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (ابوطالب) کا سا نہ ہوجائے۔ اسلام کے بارے میں پہلے سے جانتا تھا اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی مجھے بہت کچھ پتا تھا لیکن مسلمان ہونے کا دل نہیں ہورہا تھا۔ شاید یہ بھی شیطان کا شکنجہ تھا یا دنیا کی مجبوری تھی۔ لوگوں کے طعنہ بازی کے ڈر سے مجھے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی، مگر اب حالات بدل چکے تھے، میں نے اپنے ذہن سے سارے منفی اندیشے جھٹک دیئے اور اپنے بیٹے سے کہا جو ہر روز مجھے فون کرکے میری خیر خیریت دریافت کیا کرتا تھا کہ بیٹے تمہیں اسلام لائے ہوئے دو سال کا عرصہ بیت چکا ہے اور تم نے مجھے کبھی اسلام کی دعوت نہیں دی، لوگ تمہیں کیا کہیں گے کہ تمہارا باپ عیسائی ہے؟ بیٹے اب میں نے بھی مسلمان ہونے کا ارادہ کرلیا ہے اب تم مجھے بتاؤ کہ مسلمان ہونے کے لئے میں کیا کروں؟ میری زبان سے یہ باتیں سن کر پہلے تو وہ بہت رویا اور پھر اس نے مجھے کلمہ پڑھایا اور کہا کہ آپ کسی اسلامی مرکز سے رابطہ کریں وہ آپ کو اسلامی طور طریقے بتادیں گے۔ لہٰذا میں نے IPC میں فون کیا جہاں سے مجھے بتایا گیا کہ میں جمعہ سے دو گھنٹے پہلے وہاں پر حاضری دوں۔ لہٰذا ۵/جولائی بروز جمعہ، میں کویت سٹی میں موجود IPC کے مرکزی دفتر پہنچا۔ وہاں پہنچ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ وہاں میری بات سمجھنے والے بہت لوگ ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے مجھے میرے والدین کی بہت یاد آرہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ ان کو کیا جواب دوں گا، اس کے باوجود میں نے اسلام کی طرف پیش رفت کی اور اسے قبول کرلیا کیونکہ اس بار اللہ کی مشیت کو یہی منظور تھا اور میں نے بھی دل میں ٹھان رکھی تھی۔

میں اپنے قبول اسلام کی بات ایک بہن کے سوا کسی کو نہیں سنائی۔ اب تک دیگر خاندان والوں کو بھی اس کی اطلاع مل چکی ہوگی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ سن کر ان کا تاثر کیا ہوگا۔

جہاں تک میرا خیال ہے وہ اس بات سے ناراض ہوں گے اور جہاں تک مشکلات کی بات ہے یہ تو لازمی بات ہے۔ مشکلات تو درپیش ہوں گی اور امکان یہی ہے کہ جب میں رشتہ داروں سے ملوں گا تو وہ میرے اور بچوں کے ساتھ بدکلامی و بداخلاقی سے پیش آئیں گے۔ ایک طرح سے یہ ایک دراڑ ہے جو ہمارے رشتوں کے بیچ واقع ہوا ہے۔ رشتے بہت نازک ہوا کرتے ہیں۔

میں مسلمان ہوچکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے قریبی رشتہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دوں لیکن میں ابھی خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ میری کوشش اب یہ ہے کہ سال دو سال اسلام کی بنیادی تعلیم حاصل کروں اور کچھ پختہ تر ہونے کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دوں۔ کیونکہ جب میرے پاس کچھ دلائل ہوں گے تو ہمت اور یقین کے ساتھ میں یہ کام کرسکتا ہوں۔ پاکستان میں میرا خاندان عیسائیوں کی جس جماعت سے وابستہ ہے ان پر تو میرا یہ فیصلہ گراں ہی گزرے گا۔ وہ میرے اور میرے بچوں کے اس فیصلے پر لعن طعن ضرور کریں گے۔ مجھے شاید جان سے بھی مار ڈالیں اور میرا گھر جلائیں (لیکن انہیں اس کی ہمت نہیں ہوگی کیونکہ میرے پڑوسی سب مسلمان ہیں)۔

غیر مسلموں میں یہ بات عام ہے کہ مسلمان سخت مزاج ہوتے ہیں لیکن یہ ایک غلط دعویٰ ہے جو غلط فہمی کی بنیاد پر قائم ہے بلکہ حقیقت سے کنی کاٹنے کے لئے صرف ایک بہانہ ہے۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ مسلمانوں کے درمیان ہی بسر کیا ہے اور میں نے بہت قریب سے انہیں دیکھا ہے وہ ایسے نہیں ہیں جیسے انہیں سمجھا جاتا ہے۔ البتہ سب لوگوں کی طرح ان میں بھی اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ قبول اسلام کے بعد میں نے اپنے دل میں بڑی راحت محسوس کررہا ہوں، ایک انجانی خوشی میرے اندر سمودی گئی ہے۔ اس نعمت پر میں اللہ کا بہت شکرگزار ہوں۔ میں زیادہ تندرست نہیں ہوں لیکن اذان ہوتے ہی مسجد جاتا ہوں۔ ٹھیک سے نماز نہیں آتی لیکن نماز کو جاتے جاتے اور مسجد میں توبہ و استغفار کرتا رہتا ہوں۔ اسلام میں آنے کے بعد سے الحمدللہ میری زندگی میں بڑی برکت آئی ہے۔ میرے لئے دعا کرنا۔

ooo

فقہی مسائل

سوال وجواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: کیا نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنے سے اہل حق کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہے؟ اور کیا مولانا اسماعیل شہید نامی عالم نے اس طرح کی بات اپنی کتاب میں لکھی ہے؟

ج: اہل حق کے نزدیک سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے دوران صرف خیال آجانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، جو لوگ ان کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں وہ محض افترا اور بہتان لگاتے ہیں، اس طرح کا عقیدہ کسی بھی فرقہ کا ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ کوئی بھی نماز ''التحیات'' اور ''درود شریف'' سے خالی نہیں ہوتی، التحیات واجب اور درود شریف پڑھنا سنت ہے، اور دونوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے، پھر قرآن میں متعدد جگہ نام بنام آپ کا ذکر ہے، مخاطب کے صیغہ سے تو بے شمار جگہ ذکر آیا ہے، ان آیات کو نماز میں پڑھا جائے تو لازمی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آئے گا، اسی لئے علماء دیوبند کی فتاوی کی کئی کتابوں میں صراحت سے لکھا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور آپ کا خیال تو نماز میں آئے گا ہی۔ (دیکھئے کتاب النوازل:۱/۲۷۷ تا ۲۷۹) جہاں تک مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب بات کا تعلق ہے، تو انہوں نے نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجانے کے بارے میں بات نہیں کی ہے، انہوں نے ''صرف ہمت'' کرنے سے منع کیا ہے، یہ تصوف کی تصور شیخ کی طرح کی ایک اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز سے تصور ہٹا کر اپنے پیر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیا جائے، ظاہر ہے کہ حالت نماز میں کوئی بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا، نماز تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس حالت میں استحضار صرف اللہ تعالیٰ کا ہونا چاہئے، "اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" مزے کی بات یہ ہے کہ مذکورہ بات ''صراط مستقیم'' نامی کتاب میں ہے، جس میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں، یعنی مذکورہ بات مولانا اسماعیل شہید کی نہیں ہے بلکہ بعض محققین تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جس جلد میں یہ بات ہے اس کے جامع بھی مولانا عبدالحئ بڑھانوی ہیں نہ کہ مولانا اسماعیل شہید۔ واللہ اعظم۔

س: اہلسنّت کا قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، دوسرے انبیاء کرام اور بزرگان دین کی شفاعت کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

ج: علماء حق علماء اہلسنّت کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شفات گیری سے سرفراز فرمائے گا، احادیث میں تفصیل سے آیا ہے کہ میدان حشر میں جب اللہ رب العزت کے جاہ و جلال کے سامنے کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوگی، اس وقت صرف سیدالانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امتوں کے حساب کتاب کے لئے شفاعت فرمائیں گے اور امت محمدیہ کے گنہگاروں کے لئے آپ کو خصوصی شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور جب تک آپ کا ادنیٰ سے ادنیٰ امتی جہنم سے نکل کر جنت نہ چلا جائے آپ برابر سفارش کرتے رہیں گے، احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ دوسرے انبیاء، صدیقین، شہداء، علماء اور حفاظ کو بھی حق شفاعت سے نوازا جائے گا، قرآن کی جن آیات سے بظاہر شفاعت کی نفی معلوم ہوتی ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت کی نفی ہے، اجازت کے ساتھ شفاعت کی تو تائید ملتی ہے، "مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔" (بقرۃ:۲۵۵)

یَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ۔ الآیہ (طٰہٰ:۱۰۹)

(صحیح مسلم، ابن ماجہ، ترمذی مسند احمد نیز دیکھئے شرح العقیدہ الطحاویہ:۲/۲۰۹ وغیرہ)

آخری صفحہ

مولانا محمد قمر الزماں ندوی
استاد مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

کاش ہمارے اندر بھی اتنی وسعت پیدا ہو جائے؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح کی وسعت ظرفی کا ایک واقعہ مشہور ادیب، مفسر قرآن اور انشاء پرداز مولانا عبد الماجد دریا آبادی رح کی زبانی پڑھا جی میں آیا کہ ہم جیسے ناکارۂ علم و عمل کے لئے اس میں بہت کچھ پیغام ہے، اور آج کے موجودہ حالات میں اس وسعت ظرفی اور اعلی سیرت و کردار کی خاص ضرورت ہے کیوں نہ اپنے قارئین با تمکین کی خدمت میں اس واقعہ کو پیش کردوں۔ اور اگر اس پر کسی ایک فرد نے بھی عمل کرلیا تو عند اللہ اجر و ثواب کا حق دار بھی بن جاؤں گا (اگر اللہ نے چاہا)۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی رح اپنی مشہور و معروف تصنیف (جو اپنے رنگ و آہنگ کے اعتبار سے اور نقوش و تاثرات کی حیثیت سے ایک منفرد اور شہرۂ آفاق کتاب ہے) حکیم الامت میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۳۱ء اب ختم ہو رہا تھا، لیکن ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اپنے ایک عزیز دوست، اور محترم کرم فرما اور نامور ہم نام کی وفات کی خبر گویا اچانک ملی، مولانا عبد الماجد قادری، بدایوں کے مشہور قدیم خاندان علماء و مشائخ کے ایک فرد تھے، خود بھی عالم، تحریک خلافت کے برجوش کارکن، جمعیت علماء کے ممتاز رکن اور بڑے ہی خوش تقریر۔۔ عقائد میں بڑے زبردست قادری، اور ذرا غالی قسم کے صوفی تھے۔ حضرت مولانا تھانوی کی طرف سے قدرتا دل صاف نہ تھا، دوران گفتگو میں نا ملائم الفاظ زبان پر آجائے ناگزیر (ضروری) تھے۔ وفات کی خبر سنتے ہی ذہن ادھر منتقل ہوا کہ دعاء مغفرت حضرت سے کرانی چاہئے، بے تکلف ایک عریضہ اس مضمون کا لکھ بھیجا۔ یہ رنگ بھی مولانا کا، اگر آپ نے نہ دیکھا تو گویا مولانا کو دیکھا ہی نہیں۔ دیکھئے ایک عمر بھر کے مخالف کا ذکر کس انداز سے کر رہے ہیں۔

میں کل کے خط کا جواب لکھ کر روانہ کر چکا ہوں کہ دوسرا کارڈ آیا، جس سے ایک محبّ اسلام و اہل اسلام کا مفارقت ناسوتی کا علم ہو کر قلق ہوا، رائے کا اختلاف میری نظر میں کچھ زیادہ وزنی نہیں ہے۔ اصول اور نیت پر نظر رہتی ہے، سو مرحوم کے متعلق اس کے خلاف کوئی بات نہیں سنی گئی، اس لئے خاص تعلق ہے، اللہ تعالی ان کے ساتھ مغفرت کا معاملہ فرماویں اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرماویں۔

آپ کو معلوم ہے کہ میرے قلب میں بحمد للہ تعالی کسی کی طرف سے غل نہیں ہے اور ایسی گفت و شنید میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ ان کو گناہ بھی نہ ہوتا تھا، کیونکہ وہ روایات کے تحت معذور ہیں، اس لئے معافی کی حاجت بھی نہیں لیکن اس سے آپ کی طبیعت خوش نہ ہوگی، اس لئے آپ کے مذاق کا اتباع کر کے صریح الفاظ میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ میں نے سب کچھ ان کو معاف کیا، آپ بھی معاف فرمائیں۔ اور ان کو تو ایک خاص امتیاز تھا کہ وہ بدایوں کے متوطن تھے، جو ہمارے شیخ المشائخ حضرت سلطان جی کا۔ اہل بدایوں کے لئے یہ سمجھ کہ ایسے امور کو گوارا کرتا ہوں کہ بدا، یوں، ہی تھا۔ (انسانی عظمت کے تابندہ نقوش مرتبہ راقم الحروف بحوالہ حکیم الامت صفحہ:۲۲)

اس واقعہ میں ہم سب کی نصیحت اور عبرت کے لئے بہت کچھ پنہاں اور پوشیدہ ہیں، شرط یہ ہے کہ ہم ان تحریروں اور کتابوں کو، اور ان واقعات و حکایات کو اپنی اصلاح کی غرض سے پڑھیں۔ الحمد للہ اکثر لوگ اسی جذبے سے پڑھتے اور مطالعہ کرتے ہیں، لیکن ایک طبقہ اور جماعت وہ ہے جو اپنی اصلاح اور اور فائدے کے لئے کم نقد و تبصرہ اور قیل و قال کے لئے زیادہ پڑھتی ہے، یقیناً یہ سوچ منفی ہے۔ مثلاً اسی

واقعہ کو جو اوپر ہم نے بیان کیا اب اگر کوئی اس کو پڑھنے کے بعد سب سے پہلے یہ فکر کرے کہ اس واقعہ کو کنڈم اور بے حیثیت کیسے ثابت کیا جائے اور اسی میں پوری طاقت وانرجی صرف کردے تو یہ سوچ بہتر نہیں ہے۔ ہاں لکھنے والے کی بھی ذمہ داری ہے کہ کسی واقعہ کو بغیر حوالہ اور ریفرنس اور ثبوت کے قطعا تحریر نہ کرے اور مبالغہ آمیزی سے کلی طور پر پرہیز اور اجتناب کرے ورنہ ایک تماشہ اور معمہ بن جاتا ہے، اور عبرت و نصیحت کے بجائے ایک لطیفہ، کھیل اور ہنسی کی محفل بن جاتی ہے۔

اس واقعہ کو ہم سب غور وفکر اور تدبر کے ساتھ پڑھیں اور اپنے اندر بھی ایسی ہی وسعت ظرفی پیدا کریں اسلاف کے اس طرح کے واقعات ہمیں بہت کچھ مہمیز لگانے کے لئے کافی ہیں، بس شرط ہے کہ اسی نیت اور جذبہ سے ہم انہیں پڑھیں۔

آج اختلاف آراء اور علمی بحث و مباحثہ کے نام پر ہم لوگ اور خاص طور پر جدید نسل اور نئے فارغین جو طوفان بدتمیزی واٹسیپ اور فیس بک پر پھیلا رہے ہیں اور جس طرح کی ناشائستہ زبان استعمال کر رہے ہیں، وہ انتہائی تکلیف دہ ہے۔

بعض نئے فارغین مدارس جن کو تھوڑا بہت قلم پکڑنا آ گیا ہے، ان کی زیادہ تر تحریریں دل شکنی اور دل آزاری کے لئے وقف ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کو اس طرح کے مضامین لکھنے ہی میں ذہنی اور قلبی سکون ملتا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ادب الاختلاف۔ کتاب الخلاف پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کا ہم مطالعہ کریں۔ اور ان کو پڑھ کر اپنے اندر وسعت ظرفی پیدا کریں۔

کہ اختلافی مسائل کو لکھنے میں کن آداب اور اصولوں کا لحاظ ضروری ہے۔

OOO

بقیہ .... مہاسے

اس کو برتن والے گرم پانی میں ڈبو کر نکالیں، نچوڑیں، تھوڑا ٹھنڈا ہونے دیں اور آرام سے اپنے چہرے پر لگائیں، اس کے ذریعہ چہرے کو ڈھانپے رکھیں اور جب تک تولیہ ٹھنڈا نہ ہوجائے ڈھانپے رکھیں، ٹھنڈا ہونے پر اسے پھر بھگولیں، نچوڑیں اور چہرے پر رکھیں، یہ عمل کئی بار کریں، شروع شروع میں وقت طویل معلوم ہوگا، جلد بازی سے کام نہ لیں یہ سیدھا سادھا بھاپ کا علاج جلد کو ملائم، نرم لچک دار، چمکدار اور خوبصورت بنانے میں جادو کا اثر رکھتا ہے، خاص کر ایسی جلد پر جس پر داغ دھبے، جھائیاں، پھنسیاں، دانے، تل، مہاسے، مسے ہوں، بھاپ کے غسل کے خاتمہ پر اپنے چہرے کو صابن کی معقول جھاگ کے ذریعہ آہستہ آہستہ اچھی طرح ڈھو ڈالیں، منھ دھوتے ہوئے سختی سے کام لیں، اس عمل سے انشاءاللہ چہرہ صاف ہونا شروع ہوجائے گا۔

نسخہ :(۱) کلونجی پاوڈر کی طرح بالکل پسی ہوئی ۶۰ گرام، گلسرین خالص ۱۰۰ ملی گرام، عرق گلاب ۱۰۰ ملی گرام، لیموں کا عرق ۱۰۰ ملی گرام۔

ان تمام کو باہم ملا کر کر ایملیشن تیار کریں اور محفوظ رکھیں، ہلکے ہاتھوں صبح و شام یا پھر رات سوتے وقت چہرے پر ملیں، کم از کم تین چار گھنٹہ اس دوا کا چہرے پر لگا رہنا ضروری ہے۔

(۲) عرق گلاب ۱۰۰ ملی گرام، عرق لیمو ۱۰۰ ملی گرام، گلسرین خالص ۱۰۰ ملی گرام کا ایملیشن بنا کر دن میں تین چار مرتبہ چہرہ پر لگائیں۔

(۳) کھانے کے لئے مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کریں۔

کلونجی ۱۰۰ گرام، پودینہ خشک ۱۰۰ گرام، بڑی الائچی ۱۰۰ گرام۔

تمام اجزاء کو باریک پیس کر سفوف تیار کریں اور آدھا چمچہ پانی کے ہمراہ کھانے سے پہلے دن میں تین چار بار استعمال کریں۔ یہ نسخے کسی بھی اکسیری دوا سے کم نہیں، کچھ عرصہ استعمال کرنے سے انشاء اللہ صحت کامل ملے گی۔

OOO